قال اللہ تعالیٰ ادعونی استجب لکم

النفائس المرغوبہ

فی حکم

الدعاء بعد المکتوبہ

معہا

ضمیمۂ کریمیہ

و

الصحائف المرفوعہ

فی جواب

اللطائف المطبوعہ

از افاداتِ طیبۂ حضرت فاضل اجل علامۂ اکمل مولانا مولوی مفتی محمد کفایت اللہ صاحب
دام فیضہم البخاری شاہجہانپوری ثم الدہلوی

کتب خانہ اکرمیہ

فہرست مضامین نفائس مرغوبہ وضمیمۂ آں وصحائف مرفوعہ

النفائس المرغوبۃ
فی حکم
الدعاء بعد المکتوبۃ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض شہروں میں یہ طریقہ ہے کہ نماز کے سلام کے بعد امام صرف اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ پڑھکر کھڑا ہو جاتا ہے۔ پھر سنتیں پڑھکر لوگ مع امام کے دعا مانگتے ہیں۔ امام اگر سنن ونوافل سے فارغ بھی ہو جائے اور لوگ پڑھ رہے ہوں تو لوگوں کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ پھر الفاتحہ کہکر امام زور زور سے دعا مانگتا ہے اور لوگ آمین کہتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ اس طریقۂ دعا کا حدیث شریف وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں؟

اور اکثر دیار وامصار میں اس طرح ہوتا ہے کہ فرض کے بعد امام اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ کے علاوہ بعض اور بھی مختصر دعائیں پڑھتا ہے اور بعد لمبی نہیں پڑھتا۔ اس پر بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ فرض اور سنتوں کے درمیان میں سوائے اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ کے اور دعاؤں کو فقہاء نے مکروہ لکھا ہے +

سوال یہ ہے کہ آیا یہ اعتراض صحیح ہے یا غلط؟ اور فرائض کے بعد خصوصی طور پر دعا مانگنا افضل ہے یا سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہونے کے بعد؟ جیسا کہ پہلے مذکور ہوا۔ بینوا توجروا

المستفتی - خاکسار حاجی داؤد [illegible] نمبر ۴۴ مرچنٹ اسٹریٹ رنگون

الجواب

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزقنا اجتنابہ

سوال مذکور میں کئی باتیں جواب طلب ہیں (۱) اول یہ کہ سنتوں نفلوں کے بعد لوگوں کا اجتماعی طور پر دعا کرنا ثابت ہے یا نہیں۔ (۲) دوسرے یہ کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کا احادیث وفقہ سے ثبوت ہے یا نہیں (۳) تیسرے یہ کہ فرضوں کے بعد کس قدر دعا مانگنا ثابت ہے۔

ان باتوں کی توضیح بتفصیل تین فصلوں میں کی جاتی ہے وباللہ التوفیق۔

فصل اوّل

سنن ونوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا ثبوت ہے یا نہیں؟

جاننا چاہیئے کہ احادیث وفقہ سے کہیں یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ قرون ثلثہ میں دعا کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں نفلیں پڑھکر ساری جماعت دعا مانگتی ہو۔ اور جب اس پر یہ قیود اور بڑھ جائیں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک ان کا انتظار کرے اور پھر الفاتحہ بلند آواز سے کہہ کر دعا شروع کرے تو اس طریقہ کا طریقۂ جدیدہ ومحدثہ ہونا اور بھی پختہ ہو جاتا ہے۔

پھر اس پر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں سنا ہے کہ اس طریقۂ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں۔ اور نہ کرنیوالے کو ملامت کرتے ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک وشبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اس پر اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونیکے بعد داہنی اور بائیں دونوں جانب کو مڑ کر بیٹھتے تھے کبھی داہنی طرف اور کبھی بائیں طرف حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص سیدھی جانب مڑنے کو ضروری سمجھے تو اس نے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ بھی بنا دیا (ترمذی شریف میں یہ روایت موجود ہے) دیکھو سیدھی طرف مڑنا

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہو لیکن باوجود اسکے اُسے ضروری سمجھنے کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ شیطان کا حصہ فرماتے ہیں +

طیبی نے حاشیہ مشکوٰۃ میں اِسی حدیث پر لکھا ہے:۔

فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتھی۔ (کذا فی السعایۃ)	یعنی اس حدیث میں اس بات پر دلالت ہے کہ جو شخص امر مندوب پر اصرار کرے اور اسے لازم سمجھ لے اور رخصت پر عمل نہ کرے تو شیطان اُسکے گمراہ کرنے میں کامیاب ہوگیا پھر اسکا تو ذکر ہی کیا ہے جو کسی بدعت یا منکر پر اصرار کرے۔ انتہی۔

یعنی جب کہ ان امور میں جو باخبر یا استحباباً ثابت ہیں التزام کرنا اور ضروری سمجھنا اُن امور کو ناجائز اور بدعت بنا دیتا ہے تو جن کا ثبوت بھی نہو ان کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہوگی۔ اور اس طریقہ دعا کا حدیث و فقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے ومن ادعی فعلیہ البیان + بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ افضل صلوٰۃ المرء فی بیتہ الا المکتوبۃ (رواہ الترمذی والبخاری ومسلم وغیرہم) یعنی آدمی کی افضل نماز وہ ہے جو گھر میں پڑھے بسوائے فرض نماز کے یعنی فرض نماز کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہے:۔

وعن عبد اللہ بن سعد الانصاری رضی اللہ عنہ قال سالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایّما افضل الصلوٰۃ فی البیت او الصلوٰۃ فی المسجد قال الا ترٰی الی بیتی ما اقربہ من المسجد فلان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوٰۃ مکتوبۃ (رواہ ابن ماجۃ والترمذی فی شمائلہ)	عبد اللہ بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ نماز مسجد میں افضل ہے یا گھر میں۔ فرمایا کہ مجھے گھر میں نماز پڑھنا زیادہ محبوب ہے مسجد میں نماز پڑھنے سے مگر یہ کہ نماز فرض ہو۔ (ابن ماجہ نے سنن میں اور ترمذی نے شمائل میں روایت کیا)
وعن عبد اللہ بن شقیق قال سالت	حضرت عبد اللہ بن شقیق رضی اللہ عنہ روایت

عائشۃ رضی اللہ عنہا عن صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظہر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس الظہر ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یخرج فیصلی بالناس العصر ویصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشاء ویدخل فی بیتی فیصلی رکعتین۔ الحدیث (رواہ مسلم وابوداؤد والامام احمد)

کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا حال پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعتیں پڑھتے تھے پھر باہر تشریف لیجاتے اور لوگوں کو ظہر کی نماز پڑھاتے پھر اندر تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے پھر عصر کے وقت باہر جاتے) اور عصر کی نماز پڑھاتے اور (مغرب کے وقت) مغرب کی نماز پڑھاتے پھر اندر آکر دو رکعتیں پڑھتے پھر لوگوں کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور میرے گھر میں آکر دو رکعتیں پڑھتے +

پہلی دونوں حدیثیں اس امر کی صریح دلیل ہیں کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے اور تیسری حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لیجاکر پڑھتے تھے۔ اور جب کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اسپر عمل تھا۔ اور صحابۂ کرام کو بھی آپ نے یہ فرما دیا اور تعلیم کر دی کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر یہی ہے کہ صحابۂ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں جاکر پڑھتے ہونگے اور شاذ ونادر کوئی شخص مسجد میں پڑھتا ہوگا۔ اور پھر کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنتیں پڑھکر دعا کے لئے مسجد میں تشریف لاتے ہوں۔ یا صحابہ اپنے گھروں سے سنتیں پڑھکر دعا کے لئے مسجد میں دوبارہ آکر جمع ہوتے ہوں اور بظاہر نظر بھی اس دوبارہ جمع ہونے کو جمع عظیم اور مشکل ہوتی ہے۔ بہرحال جبکہ روایتوں سے صراحۃً اور اشارۃً یہ بات ثابت ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان میں پڑھتے تھے تو سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعا کرنے کا جو دعوے کرے اسکا ثبوت اس کے ذمے ہے۔ نیز امام کا زور زور سے دعا مانگنا بھی مکروہ ہے۔ اگرچہ تنزیہی اور خلاف اولیٰ ہے۔ لیکن اس کے اختیار کرنے اور عادت بنانے کی ضرورت ہی کیا ہے

مکروہ بہر حال مکروہ ہے۔ اسے چھوڑنا ہی بہتر ہے۔ اور اولویت اور بہتری اس کے خلاف میں ہے

بهذه الاخبار اجمع العلماء على استحباب الذكر بعد الصلوة لكنهم اختلفوا في موضعين. الاول في انه هل يجهر بها او يسر فاختار ابن حزم الجهر اخذا بحديث ابن عباس الصريح في الجهر واختار غيره السر وحملوا حديث ابن عباس على الجهر احيانا بيانا للجواز وبعضهم حملوه على انه كان في سفر الغزوة لارهاب العدو كذا في عمدة القاري وغيره انتهى (سعايه)

یعنی ان حدیثوں کی وجہ سے (جو ذکر اور دعا بعد الصلوٰۃ کے بارے میں منقول ہیں) علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ نماز کے بعد ذکر و دعا مستحب ہے پھر دو باتوں میں اختلاف ہوا ایک یہ کہ آیا اذکار اور دعاؤں کو جہراً یعنی زور سے پڑھا جائے یا آہستہ تو ابن حزم نے ابن عباسؓ کی حدیث کی وجہ سے جہر کو اختیار کیا اور ان کے علاوہ اور لوگوں نے سراً یعنی آہستہ پڑھنے کو اور انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کا جواب یہ دیا کہ آنحضرت صلعم کبھی کبھی بغرض تعلیم جہر فرمایا کرتے تھے یا یہ کہ جہاد کے سفر میں دشمنوں کو خوف دلانے کے لئے جہر فرماتے تھے۔ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں علامہ عینی نے اسی طرح ذکر کیا ہے اور ان کے علاوہ اور علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے +

اذا دعا بالدعاء المأثور جهرا وجهر معه القوم ايضا ليتعلموا الدعاء لا بأس به واذا تعلموا يكون الجهر بدعة. انتهى (بزازيه كذا في السعايه)

یعنی فتاویٰ بزازیہ میں ہے کہ اگر امام دعائے ماثور زور سے پڑھے اور لوگ بھی زور سے پڑھیں اسلئے کہ دعا کو سیکھیں تو کچھ مضائقہ نہیں اور جب کہ لوگ سیکھ جائیں پھر زور زور سے پڑھنا بدعت ہے +

پس واضح ہو گیا کہ فرائض و نوافل کے بعد دعا مانگنے کے طریقۂ مذکورۂ سوال کا حدیث و فقہ میں کوئی ثبوت نہیں +

رہا اس کا حکم تو وہ یہ ہے کہ اگر اس میں کسی طرح کا التزام نہ ہو اور اسے بہتر اور افضل نہ سمجھا جائے اور اس کے تارک پر ملامت نہ کیجائے اور اجتماع کا اہتمام نہ کیا جائے اور امام کو

اسکے لیے مقید نہ کیا جائے تو بعد سنتوں کے جو لوگ اتفاقی طور پر موجود ہوں اگر وہ دعا مانگ لیں تو جائز ہے۔ لیکن نماز کے بعد سنتوں سے پہلے سب کو دعا مانگنا بہتر و افضل ہے۔

فصل دوم

(فرضوں کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت)

اس بارے میں احادیث و فقہ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے کہ فرائض کے بعد دعا مانگنے کا طریقہ نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

احادیث دعا بعد فرائض

حدیث ۱	ای الدعاء اسمع فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم جوف اللیل الآخر و دبر الصلوٰت المکتوبات (رواه الترمذی)	یعنی کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رات کے آخری حصہ کی دعا اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا +
حدیث ۲	عن المغیرة بن شعبة قال ان رسول الله صلی الله علیه وسلم کان اذا فرغ من الصلوٰة وسلم قال لا اله الا الله وحده لا شریك له وله الملك وله الحمد وهو علی کل شیٔ قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد ولفظ البخاری: فی کتاب الاعتصام انه صلی الله علیه وسلم کان یقول هذه الکلمات دبر کل	مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیر لیتے تو یہ دعا پڑھتے تھے لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ولہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد + بخاری میں کتاب الاعتصام میں اس روایت کے لفظ یہ ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ کلمات ہر نماز کے بعد کہتے تھے اور بخاری کی کتاب الصلوٰۃ میں یہ

صلوٰۃ ولفظ البخاری فی کتاب الصلوٰۃ فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ (رواہ البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی)

روایت اِن لفظوں سے ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد یہ الفاظ کہتے تھے +

اس حدیث سے ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے خواہ اس کے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں۔ اسی طرح لفظ اذا سلّم سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے +

وعن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ انہٗ قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللھم اغفرلی ذنوبی وخطایای کلھا اللھم انعشنی واجبرنی واھدنی لصالح الاعمال والاخلاق انہ لا یھدی لصالحھا ولا یصرف سیئھا الا انت (اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ کذا فی التحفۃ المرغوبۃ)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں جب کبھی بھی کسی فرض یا نفل نماز کے بعد آپ کے قریب ہوا تو میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا اللھم اغفرلی ذنوبی الخ (باقی دعا حدیث میں پڑھو) (تحفہ مرغوبہ میں ہے کہ اس حدیث کو ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلہ میں ذکر کیا ہے)

وعن عبد اللہ بن الزبیر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول فی دبر الصلوات لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ لا الٰہ الا اللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن الجمیل لا الٰہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔ (رواہ مسلم)

حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نمازوں کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ الخ (باقی دعا حدیث میں دیکھو)

وعن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلّٰی وفرغ من صلوٰتہٖ مسح بیمینہٖ علی رأسہٖ

حدیث ۵

وقال بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الرحیم۔ اللّٰھم اذھب عنی الھم والحزن (رواہ الطبرانی والبزار۔ کذا فی السعایۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے اور فارغ ہوتے تو سیدھا ہاتھ اپنے سرِ مبارک پر ملتے اور یہ دعا پڑھتے۔ بسم اللہ الذی لا الٰہ الا ھو الرحمٰن الخ

حدیث ۶

وعن انس رضی اللہ عنہ قال ما صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنا الا اقبل حین اقبل علینا بوجہہ اللّٰھم انی اعوذ بک من کل عمل یخزینی واعوذ بک من کل صاحب یردینی واعوذ بک من عمل یلھینی واعوذ بک من کل فقر ینسینی واعوذ بک من کل غنی یطغینی۔ (رواہ البزار وابو یعلی۔ کذا فی السعایۃ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کبھی ہمیں نماز پڑھائی تو ہماری طرف منہ کرکے یہ دعا پڑھی اللّٰھم انی اعوذ بک من کل عمل الخ۔

حدیث ۷

وعن علی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللّٰھم اغفر لی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم وانت المؤخر لا الٰہ الا انت (رواہ ابوداؤد)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے۔ اللّٰھم اغفر لی الخ۔

حدیث ۸

وعن ثوبان ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللّٰھم انت السلام الخ (رواہ ابوداؤد)

ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے لوٹنا چاہتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے۔ پھر فرماتے۔ اللّٰھم انت السلام الخ۔

حدیث ۹

وعن زید بن ارقم قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول فی دبر کل صلوٰۃ اللّٰھم ربنا ورب کل شیء انا شھید انک الرب لا شریک لک اللّٰھم ربنا ورب کل

شئ انا شهید ان محمداً عبدك ورسولك اللهم ربنا ورب كل شئ انا شهید ان العباد كلهم اخوة اللهم ربنا ورب كل شئ اجعلنی مخلصاً لك واهلی فی كل ساعة من الدنيا والآخرة یا ذا الجلال والاكرام اسمع واستجب الله الاكبر الله الاكبر الله نور السموات والارض الله الاكبر حسبی الله ونعم الوكيل الله الاكبر الله الاكبر

(رواه ابو داؤد والنسائی واحمد) +

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اللھم ربنا ورب كل شئ الخ +

نمبر ۱۰

وعن عقبة بن عامر قال امرنی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اقرأ بالمعوذات دبر كل صلوٰة (رواه ابو داؤد)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہر نماز کے بعد معوذات پڑھا کروں (معوذات سے مراد تین سورتیں ہیں۔ قل اعوذ برب الناس۔ قل اعوذ برب الفلق۔ قل ھو اللہ احد) +

نمبر ۱۱

اخرج الطبرانی من روایة جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المكتوبة افضل من الدعاء بعد النافلة كفضل المكتوبة علی النافلة انتهی۔ (كذا فی السعاية نقلاً عن المواهب للقسطلانی نقلاً عن الحافظ ابن حجر) +

طبرانی نے حضرت امام جعفر بن محمد صادق کی روایت سے بیان کیا کہ انہوں نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنا نوافل کے بعد مانگنے سے اسقدر افضل ہے جسقدر فرائض نوافل سے افضل ہیں +

اور نماز کے بعد اذکار اور دعا کے بارہ میں بے شمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں ہم نے صرف ان چند احادیث پر اکتفا کیا کہ طالب حق کے لئے اسقدر بھی کافی ہیں ان احادیث سے یہ باتیں ثابت ہوئیں:۔

(ا) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد ذکر کرتے اور دعا مانگتے تھے۔ دیکھو حدیث سلسلہ وار بست

(۲) نماز فرض کے بعد دعا کی مقبولیت کی زیادہ امید ہے کیونکہ یہ وقت خاص مقبولیت دعا کا ہے۔ دیکھو حدیث نمبر ا و نمبر ۱۱ +

(۳) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ان فرضوں سے مخصوص نہیں ہے جنکے بعد سنتیں ہوں بلکہ تمام فرضوں کے بعد دعا ثابت ہے۔ خواہ ان کے بعد سنتیں ہوں یا نہوں دیکھو حدیث نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۶ و نمبر ۸ و نمبر ۹۔ کہ ان حدیثوں میں کل صلوٰۃ کا لفظ موجود ہے جو ہر نماز کو شامل ہے +

(۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ صرف یہی نہ تھی کہ اللھم انت السلام ومنک السلام الخ پڑھتے ہوں بلکہ اور دعائیں بھی آپ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہیں دیکھو حدیث نمبر ۲ سے ۱۰ تک +

(۵) دعائیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فرائض کے بعد ثابت ہیں وہ مقدار میں بھی اللھم انت السلام الخ سے بڑی ہوئی ہیں بعض کم بعض زیادہ۔ دیکھو حدیث نمبر ۲-۳-۴-۶-۹-۱۰ +

(۶) فرضوں کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سوائے اللھم انت السلام الخ کے اور دعائیں بھی جو اس سے بڑی ہیں پڑھتے تھے۔ دیکھو حدیث نمبر ۲ و نمبر ۳ و نمبر ۴ +

الحاصل ان تمام روایات سے یہ بات نہایت صراحت کے ساتھ ثابت ہوگئی کہ فرائض کے بعد دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور آپ کی سنت ہے اور اسکی مقبولیت کی امید بھی زیادہ ہے۔ اور یہ کہ اللھم انت السلام الخ سے کیقدر زیادہ مقدار کی دعا مانگنا بھی جائز ہے۔ اور خود سرور کونین شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے +

روایاتِ فقہیہ ثبوتِ دعا بعد فرائض

(۱) قال فی شرعة الاسلام ولا یترک تم ای المصلی الدعاء بعد المکتوبة

شرعۃ الاسلام میں ہے۔ اور غنیمت سمجھے نمازی بعد دعا کو بعد نماز فرض کے +

(۲) فی مفاتیح الجنان + قوله یصلی المکتوبة ای قبل السنة - انتهی (کذا فی التحفة المرغوبة والسعایة)	مفاتیح الجنان شرح شرعة الاسلام میں ہے بعد فرض کے یعنی سنتوں سے پہلے (دعا مانگے)
(۳) فی نور الایضاح وشرحه للشیخ بامداد الفتاح ثم بعد الفراغ عن الصلوٰة یدعو الامام لنفسه وللمسلمین رافعی ایدیهم حذاء الصدر وبطونهما مما یلی الوجه بخشوع وسکون ثم یمسحون بها وجوههم فی آخره ای عند الفراغ من الدعاء انتهی (کذا فی التحفة المرغوبة والسعایة)	نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح میں ہے۔ پھر نماز سے (یعنی فرض سے) فارغ ہوکر امام اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے دعا کرے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھائیں اور ہتھیلیاں منہ کی طرف رکھیں خشوع وسکون سے دعا مانگیں پھر یعنی دعا سے فارغ ہوکر ہاتھ منہ پر پھیر لیں +
(۴) تراجم العلماء علی استحباب الذکر والدعاء بعد الصلوٰة وجاءت فیه احادیث کثیرة انتهی (تهذیب الاذکار للرملی کذا فی التحفة المرغوبة)	یعنی علما کا اسپر اتفاق ہے کہ نماز کے بعد ذکر اور دعا مستحب ہے اور اسمیں احادیث کثیرہ وارد ہیں۔ (ناظرین احادیث کو ملاحظہ فرما چکے ہیں (مولف) +
(۵) عن البستی انه قال فی تفسیر قوله تعالی فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ الآیة ای اذکروا الله تعالی وادعوا بعد الفراغ من الصلوٰة انتهی (فتاوی صوفیه کذا فی التحفة)	یعنی بستی نے خدا تعالی کے اس قول کی تفسیر میں کہا ہے (فاذا قضیتم الصلوٰة الآیة) یعنی نماز سے فارغ ہوکر خدا کا ذکر اور دعا کرو +
(۶) من فوائد هذا الحدیث استحباب الذکر عقیب الصلوٰة لانها اوقات فاضلة یرجی فیها اجابة الدعاء	یعنی علامہ عینی نے بیان کیا اس حدیث کے فوائد میں سے یہ ہے کہ نماز کے بعد ذکر مستحب ہے کیونکہ وہ ایک عمدہ وقت ہے جس میں

بتصحن (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)	قبولیت دعا کی امید ہے +
(۷) ان الدعاء بعد الصلوۃ المکتوبۃ مسنون وکذا رفع الیدین ومسح الوجہ بعد الفراغ انتہی (منہج العمال والعقائد السنیۃ کذا فی التحفۃ)	یعنی منہج العمال اور عقائد سنیہ میں مذکور ہے کہ فرض نماز کے بعد دعا مسنون ہے اور ہاتھ اٹھانا اور منہ پر ہاتھ پھیرنا بھی مسنون ہے +
(۸) فاذا فرغت من الصلوۃ فارغب للدعاء الی اللہ تعالی فانہ اقرب الی الاجابۃ انتہی (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ نقلاً عن المبسوط)	یعنی مبسوط میں ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو تو خدا سے دعا مانگو۔ کیونکہ یہ مقبولیت کے زیادہ قریب ہے +

الحاصل۔ یہ روایات فقہیہ ہیں جن سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام و مقتدی سب ملکر دعا مانگیں اور دعا سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ پر پھیریں +

شرعۃ الاسلام اور مفاتیح الجنان کی عبارتوں (نمبر ا و نمبر ۲) سے یہ بات صراحۃً ثابت ہوگئی کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا چاہیئے اور یہی بہتر و افضل ہے +

اور نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح کی عبارت (نمبر ۳) سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ بعد دعا میں ہاتھ اٹھانا اور منہ پر پھیرنا بھی جائز ہے۔ اور منہج العمال اور عقائد سنیہ کی عبارت (نمبر ۷) سے یہ ثابت ہوگیا کہ ہاتھ اٹھانا اور منہ پر پھیرنا مسنون ہے +

اور علامہ عینی کی شرح بخاری اور مبسوط کی عبارتوں (نمبر ۶ و نمبر ۸) سے یہ ثابت ہوگیا کہ فرضوں کے بعد دعا مانگنے میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے اور یہ کہ یہ وقت دعا کے لئے نہایت عمدہ اور افضل وقت ہے +

فصل سوم

(فرائض کے بعد دعا کی مقدار کیا ہو)

ناظرین! فصل دوم میں وہ حدیثیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ جن میں فرائض کے بعد

کی دعائیں منقول ہیں۔ اُن سے فی الجملہ اُن دعاؤں کی مقدار معلوم ہوتی ہے جو فرضوں کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے +

پس اِن دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھ لینا یا اُن کی برابر دعا مانگنا جائز ہے۔ جو دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں۔ اُن کے پڑھنے میں کسی قسم کی کراہت اور ممانعت نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے +

شبہ نمبر ۱۰

بعض لوگ شبہ کرتے ہیں کہ اللھم انت السلام[1] سے زیادہ دعا پڑھنا حدیث کے خلاف ہے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اسکے خلاف ہے اور وہ یہ ہے:۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام (رواہ ابن ماجة کذا فی السعایة ورواہ مسلم کذا فی غنیة المستملی)	یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو نہ بیٹھتے مگر اتنا کہ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام کی مقدار دعا پڑھیں انتہٰے +

جواب شبہ نمبر ۱۰

جواب۔ اِس شبہ کا جواب دو طرح پر ہے۔ اوّل یہ کہ یہ روایت اُن روایات صحیحہ کثیرہ کے مخالف ہے جو بکثرت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اِسکے خلاف میں منقول ہیں جیسے کہ فصل دوم میں ناظرین ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ اور وہ روایات باوجود اپنی کثرت کے صحیح بھی اِس روایت سے زیادہ ہیں۔ بلکہ اسکی تو صحت میں بھی کلام ہے۔ کیونکہ ابو معاویہ جو اِس حدیث کے راویوں میں ہیں اُنہیں ابو داؤد نے مرجیہ کہا ہے۔ اور یحیٰی بن معین نے کہا کہ ابو معاویہ عبد اللہ بن عمر سے منکر روایتیں کرتے ہیں۔ پس اِس روایت سے اُن روایات صحیحہ کثیرہ کے مقابلہ میں استدلال کرنا اور حجت پکڑنا صحیح نہیں (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ)

دوم یہ کہ قطع نظر اسکی صحت و تعارض کے خود اسکے یہ معنی ہیں کہ نہیں بیٹھتے مگر بقدر اللھم انت السلام الخ کے یعنی اِس روایت سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللھم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے۔ بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا

پڑھا کرتے تھے خواہ وہ دعا یہی ہو یا اسکے علاوہ اور کوئی۔ اور پھر تقدار سے مراد بھی حقیقی مقدار نہیں
ہے بلکہ تقدیری ہے تو اس سے اگر کچھ زیادتی بھی ہو تاہم وہ تقدیری مسلوات میں داخل
ہوگی۔ اور اس طرح یہ روایت اُن روایتوں کے ساتھ جمع ہو سکے گی جو فصل دوم میں
ہم نے ذکر کی ہیں +

شبہ نمبر ۳

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ کی روایت ان گزشتہ روایتوں کے مخالف
نہیں ہے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد صرف اللھم انت
السلام الخ پڑھکر کھڑے ہو جاتے ہوں۔ اور پھر سنتوں سے فارغ ہوکر یہ دعائیں پڑھتے
ہوں جو حدیثوں میں آئی ہیں +

جواب نمبر (۱)

جواب۔ اس شبہ کے کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ روایت نمبر ۲ میں یہ لفظ ہیں کہ رسول خدا
صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے اور سلام پھیرتے تو یہ پڑھتے لا الٰہ الا اللہ الخ
(دیکھو فصل دوم کی روایت نمبر ۲) اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سنتوں سے پہلے فرض کا سلام
پھیرتے ہی آپ اللھم انت السلام کے علاوہ اور بڑی دعائیں بھی پڑھتے تھے۔ اور یہی
روایت نمبر ۲ میں دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ ہر فرض کے بعد خواہ
اسکے بعد سنتیں ہوں یا نہ ہوں یہ لمبی دعا پڑھتے تھے۔ اور اسیطرح روایت نمبر ۶ میں بھی یہی تصریح
موجود ہے کہ سلام پھیرتے ہی اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت الخ پڑھتے تھے
اور حدیث نمبر ۹ میں اس امر کی تصریح ہے کہ تین مرتبہ استغفار پڑھکر اللھم انت السلام الخ
پڑھتے تھے۔ پس حدیث عائشہؓ لامحالہ ان روایات کے معارض اور مخالف ہے اور ہمیں یہی
کہنا پڑے گا کہ یہ روایات بوجہ اپنی کثرت اور قوت صحت کے حدیث عائشہؓ سے راجح ہیں
اور قابل عمل ہیں +

جواب (۲)

دوم یہ کہ فصل اوّل میں ہم یہ بات ثابت کر چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نوافل
مکان میں پڑھا کرتے تھے۔ اور لوگوں کو بھی گھر میں پڑھنے کا ہی ارشاد فرماتے تھے اور اسی کو
افضل فرماتے تھے۔ پس دعاؤں کی یہ روایات جن میں راوی آپ کی عادت شریفہ یہ بیان
کرتے ہیں کہ جب آپ نماز فرض سے فارغ ہوتے تو یہ دعائیں پڑھتے۔ یا یوں بیان کرتے ہیں

کہ ہم آپ کو یہ دعائیں پڑھتے ہوئے سنتے تھے (دیکھو روایت نمبر ۳) یا یوں کہتے ہیں کہ جب آپ ہمیں نماز پڑھا لیتے تو یہ دعا پڑھتے۔ (دیکھو روایت نمبر ۲) یہ واضح ملاحظہ ہیں اس امر کے آپ سنتوں سے پہلے یہ دعائیں پڑھا کرتے تھے۔ پھر مکان میں تشریف لیجاتے اور سنتیں پڑھاتے۔

سوم یہ کہ حضرت عائشہ رض کی روایت کا یہ مطلب لینا کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے صرف اللھم انت السلام الخ پڑھکر کھڑے ہو جاتے تھے صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت عائشہ نہیں فرماتی ہیں کہ یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ وہ یہ فرماتی ہیں کہ اتنی مقدار کی دعا پڑھتے تھے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ سنتوں سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اس لیے ایسا نہیں کرنا چاہیئے اور دلیل میں یہ عبارت پیش کرتے ہیں۔ ذکر الشیخ عبد الحق المحدث الدھلوی فی شرحہ علی الصراط المستقیم کہ این دعا کہ ائمہ مساجد بعد از سلام نماز میکنند و مقتدیان آمین آمین میگویند چنانکہ الآن در دیار عرب و عجم متعارف است از عادت پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نبود و درین باب ہیچ حدیثے ثابت نشدہ و بدعتے است مستحسن انتہی (کذا فی التحفۃ المرغوبۃ) یعنی شیخ محدث دہلوی نے شرح صراط مستقیم میں ذکر کیا ہے کہ یہ دعا جو مسجدوں کے امام نماز کے سلام کے بعد کرتے ہیں اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں جیسا کہ آجکل دیار عرب و عجم میں متعارف ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت ایسی نہ تھی اور اس بارہ میں کوئی حدیث ثابت نہیں ہوئی اور یہ بدعت مستحسنہ ہے انتہی۔

جواب اس شبہہ کے بھی کئی جواب ہیں۔ اول یہ کہ حضرت شیخ محدث دہلوی کی اگر مراد یہ ہے کہ نفس دعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام نماز کے بعد ثابت نہیں تو اس کے جواب کیلئے حدیث نمبر ۱ و نمبر ۲ و نمبر ۳ ملاحظہ ہوں کہ ان سے سلام کے بعد دعا مانگنا ثابت ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے علامہ شیخ محمد شطاری نے فتوح الاوراد میں لکھا ہے کہ شیخ عبد الحق رح نے اس دعا کو بدعت اس لیے کہدیا ہے کہ ان کو ان احادیث کی اطلاع نہ ہوئی جو اس باب میں مروی ہیں۔

دوم یہ کہ شیخ رح کی مراد یہ ہو کہ ہاتھ اٹھا اور آمین آمین کہنا ثابت نہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث میں اس کا ذکر نہ ہونا کہ اس دعا میں آپ ہاتھ اٹھاتے تھے اس بات کی دلیل

نہیں ہے کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے کیونکہ کسی شے کا ذکر نہ ہونے سے اس کا عدم لازم نہیں فان عدم الثبوت لا یستلزم ثبوت العدم وھذا ظاھر جداً بلکہ روایات سے یہ ثابت نہیں ہوا کہ ہاتھ اٹھاتے تھے۔ اسیطرح یہ بھی کسی روایت میں نہیں کہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے اور جب کہ اس کا لحاظ کیا جائے کہ ہاتھ اٹھانا مطلق دعا کے آداب میں سے ہے تو ہاتھ اٹھانے کی ترجیح ثابت ہوتی ہے +

عن السائب بن یزید عن ابیه قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا دعا فرفع یدیه مسح وجهه (رواه ابوداؤد)+	سائب بن یزیدؓ اپنے والد یزید سے روایت کرتے ہیں انہوں نے فرمایا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم جب دعا مانگتے تو ہاتھ اٹھاتے تھے اور منہ پر ہاتھ پھیرتے تھے+
وعن ابن عباس رضی الله عنهما ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال المسألة ان ترفع یدیک حذو منکبیک او نحوهما (رواه ابوداؤد)+	حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سوال (یعنی دعا) یہ ہے کہ تو اپنے ہاتھ مونڈھوں تک یا ان کے قریب تک اٹھائے+
ان من آداب الدعاء رفع الیدین۔ (حصن حصین)	علامہ ابن جزری حصن حصین میں فرماتے ہیں کہ ہاتھ اٹھانا آداب دعا میں سے ہے+

غرض کہ یہ روایات اس بات پر دلیل واضح ہیں بالخصوص پہلی روایت کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگنے کے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے اور یہ اپنے عموم کی وجہ سے فرضوں کے بعد کی دعا کو بھی شامل ہے۔ اور یہی راجح ہے۔ مولانا عبدالحی لکھنوی سعایہ میں بعد اس بیان کے کہ اس دعا میں ہاتھ اٹھانا صراحۃً ثابت نہیں تحریر فرماتے ہیں:-

الا انه لما ندب الیه فی مطلق الدعاء استحبه العلماء فی خصوص هذا الدعاء ایضاً+	یعنی چونکہ مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانے کو فرمایا گیا ہے تو علماء نے خاص کر اس دعا یعنی فرضوں کے بعد کی دعا میں بھی ہاتھ اٹھانے کو مستحب کہا ہے+

سوم یہ کہ شیخ کا یہ کہنا کہ یہ بدعت مستحسنہ ہے اسکے جواز کی دلیل ہے۔ اگرچہ بدعت کا

اطلاق باعتبار معنی لغوی کے شیخ نے اسپر کیا ہے لیکن ساتھ ہی کہکر بتا دیا کہ یہ بدعت شرعیہ نہیں ہے۔ اور اسکی اصل شریعت میں ثابت ہے۔ اور وہ اصل یہی احادیث ہیں جن سے مطلق دعا میں رفع یدین کی فضیلت معلوم ہوتی ہے۔ پھر شیخ کے اس قول سے عدم جواز پر استدلال کرنا کوئی معنی نہیں رکھتا +

چہارم یہ کہ سنتوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنے کا عدم جواز بھی اسی قول سے اولٰی کی دلیل سے ثابت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کا احادیث سے ثابت نہونا اس سے زیادہ اظہر ہے پس معترض کا سنتوں کے بعد اجتماعی دعا کو جائز کہنا اور فرضوں کے بعد کی دعا کو ناجائز کہنا تعسف و تحکم ہے +

پنجم یہ کہ روایات فقہیہ مذکورۂ فصل دوم سے خاص اس دعا میں بھی رفع یدین ثابت ہے۔ دیکھو روایات فقہیہ نمبر ۱ و نمبر ۲۔ اور اس سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فقہا کے نزدیک بھی عدم ثبوت رفع سے عدم رفع لازم نہیں۔ اور یہ کہ انہوں نے رفع یدین ہی کو راجح سمجھا ہے +

شبہ نمبر ۷

بعض لوگ کہتے ہیں کہ فرضوں کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ دعا پڑھنے کو فقہا نے مکروہ کہا ہے۔ اور دلیل میں یہ عبارتیں پیش کرتے ہیں :-

ان کان بعد الفریضۃ تطوع یقوم الی التطوع بلا فصل الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ ویکرہ تاخیر السنۃ عن حال اداء الفریضۃ باکثر من نحو ذلک القدر انتھٰی (کذا فی شرح المنیۃ للحلبی) +	یعنی اگر فرض کے بعد سنتیں ہوں تو سنتیں پڑھنے کے لئے بغیر تاخیر کھڑا ہو جائے اس قدر اللھم انت السلام الخ کے تاخیر جائز ہے اس سے زیادہ تاخیر کرنا فرض و سنت کے درمیان میں مکروہ ہے۔ اور اسی کے قریب قریب بعض اور کتابوں میں بھی مذکور ہے +

جواب شبہ نمبر ۷

جواب اس شبہ کے بھی کئی جواب ہیں۔ اوّل یہ کہ یہ عبارتیں معارض ہیں فقہ کی دوسری عبارتوں سے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ فرائض کے بعد ادعیہ ماثورہ پڑھنا جائز ہے بلکہ اولی ہے +

ویستحب له ای للامام بعد السلام ان یستغفر الله ثلاثا ویقرأ اٰیة الکرسی والمعوذات ویقول اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام ویقول ما ورد بعد کل صلوٰة مکتوبة وهو لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر۔ اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد الیٰ قوله ثم یدعو ای الامام لنفسه وللمسلمین من الادعیة الجامعة الماثورة رافعا یدیه حذاء صدره جاعلا باطن الکف مما یلی وجهه بخشوع وسکوت ثم یمسح بهما وجهه فی اٰخره ای فی اٰخر الدعاء (مراقی الفلاح شرح نور الایضاح) وکذا فی التحفة	یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھے اور آیۃ الکرسی اور معوذات پڑھے اور پھر کہے اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام پھر وہ الفاظ پڑھے جو ہر فرض کے بعد وارد ہوئے ہیں یعنی لا اله الا الله وحده لا شریك له له الملك وله الحمد وهو علی کل شئ قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منك الجد (الیٰ قوله) پھر امام اپنے لئے اور مسلمانوں کے لئے ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی دعا مانگے سینہ کے برابر ہاتھ اٹھا کر اور ہتھیلیاں منہ کی طرف کرکے خشوع وسکوت کے ساتھ پھر فارغ ہوکر منہ پر ہاتھ پھیرے +

اس عبارت سے صراحۃً معلوم ہوگیا کہ ادعیہ ماثورہ میں سے کوئی سی دعا پڑھنا اور اذکار ماثورہ منقول سے پہلے پڑھنا جائز ہے۔ کیونکہ اس عبارت میں سلام کے بعد ہی اذکار وادعیہ کا پڑھنا بصراحت مذکور ہے +

وفی شرح منظومة ابن وهبان للعلامة الشرنبلالی انه ذکر شمس الائمة یعنی الحلوانی جواز تاخیر السنة بعد الفرض للاشتغال بالدعاء والورد انتهیٰ	علامہ شرنبلالی نے شرح منظومہ ابن وہبان میں ذکر کیا ہے کہ شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ فرضوں کے بعد دعا اور ذکر میں مشغول کی وجہ سے سنت

رکذا فی التحفۃ	کی تاخیر جائز ہے۔
وفی الذخیرۃ والمحیط البرھانی ویکرہ لہ تاخیر التطوع عن حال اداء الفریضۃ الی قولہ۔ قال الامام شمس الائمۃ الحلوانی ھذا اذا لم یکن من قصدہ الاشتغال بالدعاء الخ انتھی مختصراً رکذا فی التحفۃ باختصار)	یعنی ذخیرہ اور محیط میں ہے کہ فرض کے بعد سنتوں کو مؤخر کرنا مکروہ ہے (الی قولہ) امام شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا کہ یہ تاخیر جب مکروہ ہے جب اس کا ارادہ دعا مانگنے کا نہو یعنی دعا مانگنے سے جو تاخیر ہو وہ مکروہ نہیں ہے۔

دوم یہ کہ اگر اس تعارض سے قطع نظر کیجائے تاہم ان عبارتوں کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللھم انت السلام کے علاوہ کوئی اور دعا مکروہ ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں بھی اس کی تصریح ہے نہ بالخصوص ان الفاظ کی۔ اور یہ بھی مطلب نہیں ہے کہ اس دعا یعنی اللھم انت السلام کی حقیقی مقدار کے مساوی ہونا فرض ہے بلکہ اس سے تقریبی مساوات مراد ہے یعنی امام خواہ اللھم انت السلام پڑھے یا کوئی اور دعا جو تقریباً اس کے مساوی ہو یا اللھم انت السلام کے ساتھ کوئی چھوٹی چھوٹی اور دعائیں پڑھے جو احادیث میں وارد ہوئی ہیں یہ سب جائز بلا کراہت ہے۔

حقیقی مساوات مراد نہ ہونے اور تقریبی مقدار مراد ہونے کے لیئے یہ دلائل ہیں۔

ان ما فی صحیح مسلم:- عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا صلی لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام و منک السلام الخ۔ یشیر ان لیس المراد انہ کان یقول ذلک بعینہ بل کان یقعد بقدر ما یسع ذلک المقدار و نحوہ من القول تقریباً فلا ینافی ذلک ما فی	علامہ حلبی شرح منیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو روایت مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی مقدار کہ اللھم انت السلام الخ پڑھیں اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ مراد نہیں ہے کہ خاص یہی دعا پڑھتے تھے بلکہ مقصود یہ ہے کہ آپ اتنا بیٹھتے

الصحیحین عن المغیرة انه صلی الله علیه
وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰة لا اله
الا الله وحده لا شریك له له الملك
وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر اللهم
لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت
ولا ینفع ذا الجد منك الجد وکذا
لا ینافی ما رواه مسلم وغیره عن عبد الله
ابن الزبیر کان رسول الله صلی الله علیه
وسلم اذا سلم من الصلوٰة قال بصوته
الاعلی لا اله الا الله وحده لا شریك له
له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر
ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا
ایاه له النعمة وله الفضل وله الثناء
الحسن لا اله الا الله مخلصین له
الدین ولو کره الکفرون لان المقدار
المذکور فی حدیث عائشة یعتبر من
حیث التقریب والتخمین دون
التحدید التحقیق انتهی۔
(کبیری شرح منیة المصلی)

جیسے بعض مرتبہ ملیح تناہی کوئی اور ذکر پڑھا جا سکے
اور بس بہی تقریبی مقدار مراد ہے اور اس
صورت میں حضرت عائشہؓ کی یہ روایت اس
حدیث کے مخالف نہ ہوگی جو بخاری اور مسلم میں
مغیرہ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہر نماز کے بعد یہ پڑھا کرتے تھے۔
لا اله الا الله وحده الخ اور اسی طرح حضرت
عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اس روایت کے
خلاف نہ ہوگی جو صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبد اللہ
ابن زبیرؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو بآواز بلند یہ
دعا پڑھتے۔ لا اله الا الله وحده لا شریك له
له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء قدیر ولا حول
ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا ایاه له النعمة
وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله
مخلصین له الدین ولو کره الکفرون۔ (اور حدیث
عائشہؓ کا ان حدیثوں کے مخالف نہ ہونا) اسلئے
ہے کہ حضرت عائشہؓ کی روایت میں مقدار سے مراد
تقریبی اور تخمینی مقدار ہے تحقیقی۔ انتہی +

الفتح القدیر میں ہے و مقتضی العبارة
ان السنة ان یفصل بذکر قدر
ذلك وذلك یکون تقریبا فقد یزید قلیلا
وقد ینقص قلیلا الخ کذا فی السعایة

یعنی علامہ ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں
کہ حضرت عائشہؓ کی روایت کا مقتضیٰ یہ ہے
کہ فرض و سنت میں [illegible] فاصلہ کیا جائے کسی ذکر و دعا
سے جو بقدر اللهم انت السلام الخ کے ہو اور یہ مقدار تقریبی

وفي فتاوى الحجة لا الامام اذا فرغ من الظهر والمغرب والعشاء يشرع في السنة ولا يشتغل بادعية طويلة انتهى (كذا في السعاية)	یعنی فتاوی حجہ میں ہے کہ امام جب ظہر اور مغرب اور عشاء کی نماز سے فارغ ہو تو لمبی لمبی دعائیں نہ کرے اور سنت میں مشغول ہو جائے۔
وفي خزانة الفقه عن البقالي الافضل ان يشتغل بالدعاء ثم بالسنة الخ (كذا في الشفا)	خزانۃ الفقہ میں ہے کہ بقالی نے فرمایا ہے کہ افضل یہ ہے کہ فرض کے بعد دعا میں مشغول ہو پھر سنتیں پڑھے
اور اشعۃ اللمعات میں شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی فرماتے ہیں:-	
باید دانست کہ تعجیل سنت منافی نیست مر خواندن آیت الکرسی و امثال آن را چنانکہ در حدیث صحیح وارد شدہ است کہ بعد از نماز فجر و مغرب دہ بار لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر۔ بگوید (کذا فی التحفۃ)	یعنی جاننا چاہیئے کہ سنتوں میں جلدی کرنیکا حکم اسکے مخالف نہیں ہے کہ آیۃ الکرسی وغیرہ جیسی دعائیں (سنت سے پہلے) پڑھ لیجائیں جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا ہے کہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد دس مرتبہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ پڑھے۔

ان عبارتوں سے یہ امور بصراحت ثابت ہوتے ہیں:-

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت اور فقہاء کی عبارت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں سے پہلے بالتخصیص اللھم انت السلام ومنک السلام الخ ہی پڑھنا چاہیئے۔ بلکہ اتنی مقدار کی کوئی دعا بھی ہو جائز ہے۔

(۲) مقدار سے مراد بھی تقریبی اور تخمینی مقدار ہے جس میں تھوڑی سی کمی و بیشی کا کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(۳) علامہ حلبی کی شرح منیہ کی عبارت اور شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارت سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر لا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ

الکفر ہیں۔ یا دوسری دعا جو مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت میں ہے یا آیۃ الکرسی یا لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له الملک وله الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر۔ کسی بار یہ سب اس تعداد میں داخل ہیں۔ اسلئے بڑی دعائیں پڑھنے سے سنتوں کی تعجیل کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی

(۴) اور فتاوئے حجہ کی عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ لمبی لمبی دعائیں مکروہ ہیں۔ پس کبیری بلکہ شرح مشکوٰۃ کی عبارتوں کے ساتھ ملانے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ لمبی دعاؤں سے وہ دعائیں مراد ہیں جو مغیرہؓ اور عبد اللہ بن زبیرؓ کی روایت کی ہوئی دعاؤں اور آیۃ الکرسی اور لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک له له الملک وله الحمد وھو علی کل شیٔ قدیر۔ دس بار سے زیادہ لمبی ہوں +

(۵) ذرا غور کرنے سے انہیں عبارتوں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ یہ بڑی بڑی دعائیں جو تقریبی مقدار میں داخل کیگئی ہیں۔ ان کے داخل کرنے کی وجہ صرف یہی ہو کہ یہ دعائیں صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں پس احادیث میں تطبیق دینے کے خیال سے حضرت عائشہؓ کی حدیث میں مقدار سے تقریبی اور تخمینی مقدار مراد لی اور ان دعاؤں کو جو صحیح طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئیں اس تقریبی مقدار میں داخل رکھا۔ پس فقہ کی وہ روایتیں جنمیں بڑی دعاؤں کی کراہت مذکور ہے وہ بھی اسی معنی پر لامحالہ محمول کی جائیں گی کہ ادعیۂ منقولہ اور اذکار ماثورہ سے زیادہ لمبی دعائیں مکروہ ہیں۔ ورنہ لازم آئیگا کہ یہ حکم فقہی احادیث صحیحہ کے خلاف ہو +

تکملۂ مفیدہ

یہ بھی بتا دینا ضروری ہے کہ یہ کلام انہیں فرائض کے بعد دعا مانگنے کے متعلق ہے جن کے بعد سنتیں ہیں۔ ورنہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں تو ان کے بعد دعا اور ذکر طویل اتفاقاً جائز ہے +

نیز یہ بھی معلوم کرنا چاہیئے کہ فقہا نے ادعیہ طویلہ کو جو مکروہ کہا ہے۔ اس کراہت سے مراد بھی کراہت تنزیہی ہے۔ جس کا نتیجہ خلاف اولیٰ ہے۔ فتح القدیر میں ہے:۔

قولهم يكره التاخير الطويل للسنة عن الفرض مرادهم بها الكراهية التنزيهية التي مرجعها الى خلاف الاولى انتهى (كذا في التحفة)

ادعیہ طویلہ سے وہ لمبی دعائیں مراد ہیں جو روایاتِ صحیحہ سے ثابت شدہ دعاؤں سے بڑی ہوں۔

الحاصل

احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگنا اور ادعیہ ماثورہ کی مقدار تک دعائیں پڑھنا اور ذکر کرنا بلا کراہت جائز ہے۔ بلکہ اسوقت دعا مانگنا افضل ہے۔ اور اس دعا میں مقبولیت کی زیادہ امید ہے واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

دہلی

كتبه الراجي رحمة مولاه محمد كفايت الله وصله الله الى ما تمناه مدرس اول ومفتى مدرسة العالية العربية الامينية

جمادی الاخریٰ سنہ ۱۳۳۲ ہجری

مواہیر وتصدیقاتِ علمائے دہلی

الجواب صحیح
انظار حسین عفی عنہ
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح
بندہ محمد امین الدین
مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح
بندہ احمد سعید غفرلہ
معاون مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح
محمد قاسم عفی عنہ
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

المجیب مصیب
بندہ ضیاء الحق عفی عنہ
مدرس مدرسہ امینیہ دہلی

الجواب صحیح
بندہ عبد الغنی عفی عنہ
دہلوی

المجیب مصیب
محمد عبد الہادی عفی عنہ
شاہجہانپوری

الجواب صحیح
بندہ محمد عبد الحنان
ہزاروی عفی عنہ

الجواب صحیح
محمد ابراہیم دہلوی
مہتمم مدرسہ [illegible] دہلی

الجواب صحیح
محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ
مولوی عبد الرب مرحوم دہلی

الجواب صحیح
محمد میاں عفی عنہ مدرس
مدرسہ حسین بخش دہلی

الجواب صحیح
محمد عبد الغنی سابق مدرس مدرسہ
فتحپوری دہلی

تحریرات و تصدیقات علمائے رنگون و مولمین و مانڈلے (برہما)

حامداً و مصلیاً

ہم ارکان جمعیۃ العلما رنگون نے رسالہ "النفائس المرغوبۃ" دیکھا حضرت مولف کا جواب نہایت صحیح و درست ہے۔ مضامین کی صداقت۔ دلائل کی متانت۔ عبارت کی سلاست قابلِ تحسین اور اعلیٰ مرتبہ کی ہے۔ خدا تعالیٰ مؤلف ممدوح کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ فی الواقع طریقِ حق اور راہ صواب یہی ہے کہ احادیث نبی کریم علیہ التحیات والتسلیم پر گہری نظر ڈالنے اور مختلف طرق احادیث کو جمع کرنے سے یہی بات صاف طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بابرکت زمانہ میں فرائض کے بعد متصل دعا مانگی جاتی تھی اور پھر صحابہؓ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اپنے مکانوں میں تشریف لیجا کر سنن و نوافل ادا کرتے تھے۔ اور پھر مکانوں سے مسجد میں دعا کے لیے واپس آنا اور جمع ہونا کسی روایت سے ثابت نہیں ہوتا۔ اس طور پر وہ روایتیں جن سے نماز کے بعد دعا مانگنے کی فضیلت اور تاکید ثابت ہوتی ہے معمول بہا ہو جاتی ہیں۔ اور اسی پر شرقاً غرباً مسلمانوں کا عمل ہے پس یہی طریقہ راجح اور قابل عمل ہے۔ اور اسمیں دعا کے قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ اور دوسرا طریقہ یعنی نوافل و سنن کے بعد اجتماعی طور پر دعا مانگنا اوّل تو ثابت نہیں ہے۔ دوم یہ کہ اگر نمازی دعا کی غرض سے سنن و نوافل مسجد میں پڑھیں تو ایک امر مستحب اور اعلیٰ و افضل کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔ اور وہ امر یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرائض کے سوا باقی تمام نمازیں گھر میں پڑھنا افضل ہیں (کذا فی الترمذی وغیرہ) سوم یہ کہ اگر اس افضل و اولیٰ پر عمل کریں کہ گھروں میں سنن و نوافل جاکر پڑھیں تو دعا کی اجتماعی برکت سے محروم رہیں جس میں قبول ہونے کی زیادہ امید ہے۔ چہارم یہ کہ امام کو اگر کوئی جلدی کا کام ہو یا بعض مقتدیوں کو کوئی ضرورت ہو اور جماعت کے بعض

لوگ سُنتوں یا نفلوں میں زیادہ دیر تک مشغول رہیں تو ایسی صورت میں یا تو امام اور معدودے چند مقتدی ہی تمام مقتدیوں کے فارغ ہونے تک مقید رہیں یا مشغولین کا انتظار نہ کریں۔ اور دعا مانگ لیں۔ پہلی صورت میں امام اور حاجتمندوں کا نقصان ہے جو شریعت میں مدفوع ہے۔ دوسری صورت میں وہ مقتدی دعا سے اور برکت سے محروم رہتے ہیں۔ اور فرض کے بعد متصل دعا مانگ لینے میں یہ قباحت نہیں۔ پنجم یہ کہ پھر اس طریقہ کو لازم سمجھ لینا اور اس پر عمل نہ کرنے والے کو عیب لگانا یا طعن کرنا یا امام اگر قبل دعا کے اٹھ جائے تو اسکو ملامت کرنا۔ یہ التزام مالا یلزم اور بدعت ہے جیسا کہ مجیب لبیب نے جواب میں مفصل تحریر فرمایا ہے +

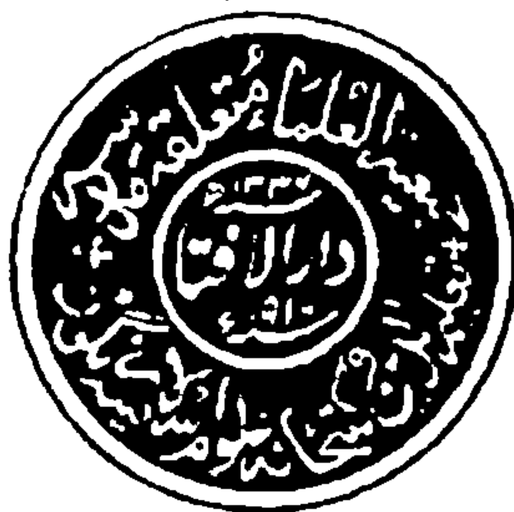
لہٰذا مسنون اعلیٰ اور افضل اور اولیٰ اور بہترین طریقہ دعا کا وہی ہے کہ فرض کے بعد سُنتوں سے پہلے امام اور جماعت سب دعا مانگ لیں اور پھر لوگ اپنے گھروں پر جا کر سنتیں اور نفلیں پڑھیں +

ہاں یہ ضرور ہے کہ دعا بہت طویل نہ ہو بلکہ مقدار میں اُن دعاؤں کا لحاظ کیا جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح اور معتبر اسانید سے مروی ہیں۔ وھذا ھو الحق الذی لا محیص عنہ واللہ تعالیٰ ھو الموفق والمعین ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۞

کتبہ	العبد
الراجی رحمۃ ربہ الکریم محمد یوسف عفی	الراجی رحمۃ ربہ الصمد عبدہ
بابراہیم بن مولانا التقی النقی الحافظ	المدعو بمرغوب احمد رزقہ اللہ
اسمٰعیل المرحوم الراندیری	التقی ودفعہ اللاجپوری
العبد	العبد
المفتقر الی ربہ الرزاق محمد عبد الخالق	الفقیر الی الشیخ محمد عبد الحمید حفظہ

وقاه الله شر الواقب الغاسق الشاہجہانپوری من شر الحاسد المنیل الشاہجہانپوری

مہر جمعیۃ العلماء رنگون



یہ رسالہ اول سے آخر تک اچھی طرح میں نے دیکھا۔ تمام روایات ٹھیک اور صحیح پائیں۔ فقط

قاسم سہارنپوری حنفی عنہ وعن والدیہ مدرس مدرسہ بنگالی جماعت شہر رنگون۔

هو الموفق للصواب۔ وہ مسئلے ہمیشہ میرے پیش نظر رہے جنکے متعلق عرصہ سے میرا خیال تھا کہ مفصل طور پر عوام کو آگاہ کیا جائے اول بعد نماز نفل کے طریق دعا مانگنا بطور وجوب کے دوم بطور وجوب کے ظہر اور مغرب اور عشاء میں نوافل کا ادا کرنا + تکلیف وجوب کی میری مراد یہ ہے کہ اسکے ترک کو عوام مطعون بدینوجہ کرتے ہیں کہ اسکے ترک کو ترک واجبات کے سمجھتے ہیں۔ بہر حال یہ مقام مسرت ہے کہ علمائے دہلی نے اس مسئلہ کو واضح کر دیا اور پبلک جناب حاجی داؤد ہاشم یوسف صاحب تاجر رنگون کی شکر گزار ہے کہ ایک ضروری مسئلہ کی طرف توجہ کی۔ علمائے دہلی نے جو کچھ تحقیق کی ہے وہ بہت صحت ما لہ وما علیہ واضح کر کے اور ہر پہلو پر کمال وقت نظری سے کام لیا ہے اسلئے مزید تفصیل سے قلم کا بے نیاز ہے۔ پس بغیر خیال لومۃ لائم میں کہہ سکتا ہوں کہ اصاب من اجاب +

احقر سید ابو ظفر دہلوی[1] ندوی بید مولوی محمد یوسف بہائی میاں بڑا مکنگ رنگون

یہ رسالہ کو میں نے شروع سے اخیر تک دیکھا اور بغور دیکھا مجیب نے مسئلہ کے ہر پہلو کو لیا ہے۔ ہر پہلو اس کا نفیاً و اثباتاً احادیث نبویہ کے ماتحت ہے بعض پہلو ایسا بھی ہے جو بوجہ عدم امتناع یا بوجہ عدم حکم جائز قرار دیا ہے و بشرط التزام و اہتمام و تفصیل عوام عدم جواز کا فتوے دیا ہے۔ غرض جو کچھ مجیب نے لکھا ہے سب صحیح

[1] یعنی اصل میں شکرک ہے۔ دہلوی ہے یا دسکوی ۱۲ منہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ صحیح دیسنوی ہے ۱۲ منہ

ودرست ہے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے مجیب کی یہ کوشش بہت قابل تحسین وشکر ہے فای والله قد اجاد فی
یدالمجیب فی جوابہ۔ والله اعلم بالصواب عبد الصمد المکی بابی طاہر الکاظمی مدیر اخبار برلا رنگون
آپ کے نفائس رعو یہ کو اول سے آخر تک دیکھا۔ جناب مؤلف نے جو مضامین تحریر فرمائے ہیں بہت ٹھیک ہیں
محمد درویش عفی عنہ خطیب بڑی مساجد سورتی مسجد نمبرا نمبر ۲۰ گلی رنگون

هذا هو الحق والحق احق ان يتبع

الحق۔ فرضوں کے بعد سنتوں کی تاخیر اس قدر جائز ہے کہ جس میں اللهم انت السلام الخ یا تقریباً
اسکے برابر کوئی اور دعا پڑھ سکے۔ اور اس مقدار تخمینی سے زائد تاخیر مکروہ ہے۔ کما حققہ المولف العلامۃ دامت فیوضہ
نمقہ العبد العیوب محمد یعقوب غفر الله الذنوب خطیب ارکانی مسجد کلاں۔ رنگون۔

الجواب صحیح

خطیب حافظ محمد جامع سورتی مسجد رنگون

ف: بعد حمد وصلوٰۃ کے مجیب فاضل علامہ نے دلائل قطعیہ وبراہین یقینیہ سے جو عدم ثبوت دعا وفاتحہ
مروجہ محدثہ بعد سنن ونوافل بہیئت اجتماعی کا بیان فرمایا۔ وہ عین حق وطریقہ رسیدہ شدہ ہے۔ خدائے تعالیٰ ایسے
مؤلف فاضل ممدوح کو دارین میں جزائے جزیل عطا فرمائے اور اس رسالہ کو مقبول عالم کرے۔ آمین۔ اور واقع میں
ہندوستان جو معدن العلم ومنبع العمل ہے وہاں اس طریقہ مروجہ کا پتہ نہیں۔ نیز حرمین الشریفین
زادہما الله شرفاً وتعظیماً میں اس کا نام ونشان نہیں پس جب حضور صلے الله علیہ وسلم سے ثابت نہیں
اور نہ خلفائے راشدین سے منقول اور نہ ائمہ مجتہدین کا معمول ہے۔ تو ضرور ہوا کہ یہ طریقہ محدثہ ہے پس
اس کا ترک اولیٰ اور انسب ہوا۔ اور ملتزم اور عامل اس کا مرتکب کراہت کا اگرچہ تنزیہیہ ہو فقط
احقر العباد بندہ غلام نبی عفی عنہ خطیب جامع مولین مدرس اول مدرسہ سورتی۔
هذا قد خطر ببالی الآن لعل الله یحدث بعد ذلک امرا۔

حامداً ومصلیاً ومسلماً

وبعد فقد تشرفت بمطالعة المقالة التی
الفہا العلامة المعلم البحر القمقام الشیخ
الامام الحبر الہمام مولانا وسیدنا المولوی
محمد کفایت الله لا زالت شموس افاضته

بعد حمد وصلوٰۃ کے پس میں اس رسالہ
کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جو علامہ معلم
بحر قمقام شیخ امام حبر ہمام مولانا وسیدنا
مولوی محمد کفایت الله صاحب زالت

بازغة وبدورا فاخرة طالعة. فوجدتها
حقا صريحا وجوابا صحيحا فلله دره ثم
لله دره. وانا العبد الضعيف الخادم
لحضرة مولانا الشيخ رشيد احمد الجنجوهي
قدس سره العزيز الحقير عباد الله ابو الحسن
السيد غلام علي شاه عفا الله عنه
وعن والديه الحسيني نسبا والشاه پوري
مولدا والچشتي الصابري والنقشبندي
المجددي والسهروردي والقادري طريقة
والحنفي الماتريدي مسلكا ومذهبا
المدرس الاول في المدرسة المحمدية
في مانڈلے برما +

شموس نافعة بازغة وبدور فاخرة طالعة نے
تالیف فرمایا ہے۔ اور میں نے اُسے حق
صریح اور جواب صحیح پایا۔ للہ درہ
اور میں عبد ضعیف حضرت مولانا شیخ
رشید احمد محدث گنگوہی قدس سرہ العزیز
کا خادم حقیر عباد اللہ ابو الحسن سید
غلام علی شاہ ہوں۔ عفا اللہ عنہ وعن والدیہ۔
حسینی نسبا۔ اور شاہ پوری مولدا۔ اور چشتی
صابری و نقشبندی مجددی و سہروردی
و قادری طریقۃ۔ اور حنفی ماتریدی مذہبا مدرس
اول مدرسہ محمدیہ مانڈلے برما +

کلمات طیبات حضرت قدوۃ العارفین مولانا مولوی شاہ محمد عبد الرحیم صاحب مدظلہ

آج مورخہ ۸ شوال ۱۳۳۲ھ بروز سہ شنبہ حضرت مولانا مولوی محمد یحییٰ صاحب سلمہ نے یہ رسالہ اول سے آخر تک بندہ کو سنایا۔ احقر نے نہایت غور سے سنا۔ الحمد للہ علی انعامہ جواب نہایت پسند آیا۔ اور ضعفاء طالب حق کے لیے بالکل تسلی بخش ثابت ہوا۔ حق تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کا صلہ اپنی رضامندی مرحمت فرمائے +

عبد الرحیم عفی عنہ از رائے پور ضلع سہارنپور

لله در المجيب فيما افاد من الجواهر المضيئة وصنف
وشنف المسامع بآيات اللآلي في رسالته
بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

الجواب صحيح والمجيب نجيح
میاں محمد کاندھلوی عفی عنہ

الحمد للہ۔ اس مسئلہ کی نہایت ضرورت تھی کیونکہ ہمارے ملک پنجاب میں بعض آدمی تو فرائض کے بعد کی دعا کو بدعت کہتے ہیں۔ اور بعض سنن ونوافل کے بعد ہیئت مجموعی تین تین مرتبہ

دعا مانگنے کو ضروری سمجھتے ہیں پس اس مسئلہ کی اشاعت کی نہایت ہی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عطا فرماوے +

نور محمد عفی عنہ لدھیانوی۔

تحریر حضرت حکیم الامۃ مولانا مولوی حافظ محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

احقر اشرف علی عرض کرتا ہے کہ یہ رسالہ النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ میرے پاس ایسے وقت میں پہنچا کہ مجھکو اس مسئلہ کی تحقیق کا ایک اشتیاق تھا۔ اور یہی تحقیق میرے ذہن میں موجزن تھی جو اس رسالہ میں مع شئی زائد لکھی گئی ہے پس اس سے میری موافقت کا اندازہ کر لیا جائے۔ حاصل یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ تحقیق نہایت صحیح ہے والسلام۔

سلخ رجب لیلۃ الجمعہ ۱۳۴۳ھ

تحریرات علمائے دارالعلوم دیوبند

اقول وباللہ التوفیق۔ جواب مجیب لبیب حق وصواب ہے۔ فرائض مکتوبات کے بعد لاریب ما برفع الیدین مسنون ومستحب ومعمول بہ سلف وخلف ہے۔ احادیث وروایات فقہیہ سے سنیت واستحباب اس کا ثابت ہے۔ اور وہ جو بعض دیار میں مروج ہے کہ فرائض کے بعد ایک دفعہ دعا مانگ کر پھر سنن ونوافل سے فارغ ہو کر الفاتحہ کہکر بہیئت اجتماعیہ دعا مانگی جاتی ہے اور اس کا التزام اکثر بلاد میں امر ہر شئی کہ اسکے تارک کو ملوم ومطعون کیا جاتا ہے یہ امر محدثہ والتزام مالا یلزم ہے اور ثبوت اسکا احادیث سے بالکل نہیں ہے اور اسمیں کچھ تردد نہیں کہ فصل بالادعیہ والاذکار ما بین الفرائض والسنن جائز ہے اور وہ جو بعض احادیث اور روایات فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جن فرائض کے بعد سنن ہیں ان میں بقدر اللھم انت السلام الخ سے زیادہ توقف نہ فرماتے تھے مراد اس مقدار سے تقریب ہے یا محمول ہے بعض اوقات پر +

وفی الحصن الحصین الجزری قدس سرہ ودبر صلوٰۃ المغرب والصبح جمیعًا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد یحیی ویمیت بیدہ الخیر وھو علی کل شئی قدیر عشر مرات قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ رواہ احمد عن عبدالرحمٰن بن غنم وبعد صلوٰۃ الصبح والمغرب ایضًا قبل ان یتکلم اللھم اجرنی من النار سبع مرات رواہ ابوداؤد والنسائی وابن

سلہ اور علامہ جزری قدس سرہ کی کتاب حصن حصین میں ہے کہ نماز مغرب اور صبح دونوں کے بعد لا الٰہ الا اللہ

جائز فقط واللہ تعالیٰ اعلم+

کتبہ عزیز الرحمن عفی عنہ مفتی مدرسہ عربیہ دیوبند۔ یکم شعبان سنہ ۱۳۳۲ھ (رحمٰن)

الجواب صحیح	الجواب صحیح
نفیر اصغر حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند	محمد حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند
الجواب صحیح	الجواب صحیح
غلام رسول عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ دیوبند	محمد رسول خان عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

اصاب من اجاب

بندہ محمد ابراہیم عفی عنہ مدرس مدرسہ دیوبند

الجواب صواب۔ اما الدعاء بعد الصلوۃ فیکاد یلتحق النقل الوارد فیہ بالتواتر لا ارید تواتر الاسناد بل تواتر القدر المشترک وقد عقد لہ صاحب الصحیح بابا فی الدعوات وعندہ من باب من زار قوما فلم یفطر عندھم عن انس رضی اللہ عنہ دخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی ام سلیم فاتتہ بتمر و سمن فقال اعیدوا سمنکم فی سقائہ وتمرکم فی وعائہ فانی صائم ثم قام الی ناحیۃ من البیت فصلی غیر المکتوبۃ فدعا لام سلیم واھلھا الحدیث واما رفع الیدین فی الدعاء فسنۃ قد یمۃ

ترجمہ جواب درست ہے بہرحال مابعد نماز دعا کی مقدار یا تو متواتر کے قریب ہے متواتر سے میری مراد تواتر اسناد نہیں بلکہ تواتر قدر مشترک ہے۔ اور صاحب صحیح یعنی بخاری نے دعوات میں اسکے لئے ایک باب منعقد کیا ہے اور بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے باب من زار قوما فلم یفطر عندھم۔ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلیمؓ کے گھر تشریف لائے تو ام سلیمؓ نے کھجوریں اور گھی حاضر کیا۔ آپ نے فرمایا کہ کھجوریں تن برتن میں اور گھی مشکیزہ میں ڈالدو کیونکہ میں روزہ سے ہوں پھر آپ گھر کے ایک گوشہ میں کھڑے ہوئے اور کوئی نماز جو فرض نہ تھی پڑھی اور پھر ام سلیم اور انکے

رہا یہ قبل پہلے دونوں پاؤں بیٹھنے کے دس بار کہے کہ امام احمد رحمہ اللہ نے عبدالرحمن بن غنم کو روایت کیا ہے اسمیں ولفظہ نمنہ کے
بعد کلام کرنے سے پہلے اللھم اجرنی من النار سات مرتبہ پڑھے اسے ابوداؤد اور نسائی اور ابن حبان نے روایت کیا+

صحيحه من كتاب الانبياء من ذكر ابرهيم عليه السلام حتى اذا كان عند الثنية حيث لا يرونه استقبل بوجهه البيت ثم دعا بهؤلاء الكلمات ورفع يديه فقال رَبِّ اِنِّيْ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ حتى بلغ يشكرون. وقال صاحب الهداية من الحنفية من باب صلوة الكسوف والسنة في الادعية تاخيرها من الصلوة فخرج الحافظ جمال الدين رح في تخريجه روايات والغرض ايجاد النقل فيه من السنة ثم عن الفقه لا استيعابه. نعم اصل سنة الدعاء يحصل بغير رفع اليدين ولذا قل النقل في الرفع بعد الصلوة وانما الرفع كمال في السنة تحصل سنته به وبغيره فلا سبيل الى التبديع من رفع ولا الى التجهيل من ترك واما الامور المحدثة من عقد صورة الجماعة للدعاء كجماعة الصلوة والانكار على تاركها ونصب امام ثم ائتمام به فيه وغير ذلك فكل ذلك من قلة العلم وكثرة الجهل والجاهل اما مفرط او مفرط والله

گھروالوں کے لیئے دعا کی اور بہرحال دعا کیلئے ہاتھ اٹھانا تو سنت قدیمہ ہے۔ بخاری کی کتاب الانبیاء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذکر میں ہے کہ جب ثنیہ کے پاس پہونچے کہ انکی نظروں سے چھپ گئے تو خانہ کعبہ کیطرف متوجہ ہوئے اور ان کلمات کیساتھ دعا کی اور ہاتھ اٹھائے اور فرمایا ربنا انی اسکنت الآیہ۔

اور حنفیہ میں سے صاحب ہدایہ نے باب صلوٰۃ الکسوف میں فرمایا کہ دعاؤں میں سنت یہ ہے کہ نماز کے پیچھے کی جائیں۔ پس اس پر حافظ جمال الدین رحمہ اللہ زیلعی نے تخریج میں چند روایتیں ذکر کی ہیں۔

اور ہماری غرض یہی تھی کہ اس بارے میں سنت اور فقہ سے نقل کا پتہ دیدیا جائے استیعاب مقصود نہیں ہاں اصل سنت دعا بغیر ہاتھ اٹھانے کے بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور اسلیئے رفع یدین بعد نماز کمی کے ساتھ منقول ہے۔ ہاں رفع یدین میں کمال سنت مزید ہے پس اٹھانیوالے کو بدعتی کہنا یا نہ اٹھانے والے کو جاہل بنانا صحیح نہیں بلکہ امور محدثہ مثلاً جماعت نماز کی طرح جماعت بنانا اور تارک کو ملامت کرنا اور امام مقرر کرکے اسکی اقتدا کرنا وغیرہ یہ سب قلت علم و کثرت جہل کے نتائج ہیں اور جاہل افراط و تفریط میں مبتلا ہو ہی جاتا ہے۔ اور خدا سیدھے راستے کی توفیق دینے والا ہے +

الموفق للصواب فجزی اللہ مصنف الرسالۃ احسن ماجزی بہ احداً من صالحی عبادہ حیث ھدی للسنۃ وکفی وشفی واشتفی، والحمد للہ رب العلمین ۔

الاحقر محمد انور عفا اللہ عنہ
معلم دار العلوم دیوبند

پس خدا تعالیٰ مصنف کو وہ بہترین جزا عطا فرمائے جو اپنے نیک [illegible] میں سے کسی کو عطا فرماتا ہے کیونکہ مصنف نے سنت کی طرف ہدایت کی اور کافی ہدایت کی اور جہالت سے شفا دی اور پوری تسلی دی اور تمام تعریفوں کے لائق اللہ رب العلمین ہے ۔

احقر (مولوی) محمد انور شاہ کشمیری (مدرس دار العلوم دیوبند)

بندہ نے اس رسالہ کو من اولہ الی آخرہ غور سے دیکھا۔ مصنف علام نے جس خوبی اور عمدگی سے اس حکم شرعی کی توضیح اور تحقیق کی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ کوئی شق اسکی ایسی نہیں جسکو دلائل قویہ سے مستحکم نہ بنا دیا ہو۔ اور حق یہ ہے کہ اس کے بعد اپنے سابقہ خیالات و اوہام پر قائم رہنا ضلال مبین سے کم نہیں ۔

بندہ امید کرتا ہے کہ یہ رسالہ افادہ و افاضہ میں کامل ہوگا۔ اور موافقین کو جستہ اور مخالفین کو ہدایت کا فائدہ دے گا ۔

محمد اعزاز علی۔ بریلوی مقیم (مدرس) دار العلوم دیوبند۔

تحریرات علمائے سورت۔ رآندیر و گجرات

از مدرسہ اشرفیہ و قوۃ الاسلام راندیر

احقر نے رسالہ النفائس المرغوبۃ اول سے آخر تک بغور دیکھا جواب علامہ مجیب سلمہ باعتبار روایت و درایت بہت صحیح ہے۔ بہتر یہی ہے کہ فرائض کے بعد سنتوں سے پہلے دعا مانگے۔ جیسا کہ علامہ مجیب نے روایات مذکورہ فی الجواب سے بوضاحت ثابت کر دیا ہے :۔

عن معاذ بن جبل ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال یا معاذ انی واللہ احبک فلا تدع دبر کل صلوۃ ان تقول اللھم اعنی علی

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ اے معاذ بخدا میں تم کو محبت کرتا ہوں تو تم ہر نماز کے پیچھے یہ کہا کرو

ذکرک وشکرک وحسن عبادتک اخرجہ ابوداؤد والنسائی وصححہ ابن حبان وفیہ حدیث دلالت دارد برآں کہ دعا بعد فریضہ بجا بیساورد کذا فی دلیل الطالب علیٰ ارجح المطالب	اللھم اعنی علیٰ ذکرک وشکرک وحسن عبادتک اس حدیث کو ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا اور ابن حبان نے اسکی تصحیح کی اور یہ حدیث اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ دعا فرض نماز کے بعد کرنا چاہئے

اور جہاں فقہا نے لکھا ہے کہ فرضوں کے بعد سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر کرنی مکروہ ہے اس سے مراد زیادہ قاعدہ شرعی وطریقہ نبوی سے بیٹھنا ہے۔ ورنہ لازم ہوگا کہ جو شخص مکان پر جاکر سنتیں پڑھے تو یہ بھی مکروہ ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے پس یہاں بھی مراد یہی ہوگی کہ نماز کے بعد اذکار ادعیہ طویلہ سنتوں سے پہلے نہ پڑھے تاکہ سنتوں میں تاخیر نہ ہو قلت وفی حفظ حملھا علی القلیلۃ انتھی۔ در مختار نیز امام کا مع مقتدیوں کے نوافل کے بعد دعا کو لازم کرلینا بدعت ہے۔ اور اذا تردد الحکم بین سنۃ وبدعۃ کان ترک السنۃ راجحا علی فعل البدعۃ انتھی شامی یعنی جب کوئی حکم سنت اور بدعت کے درمیان دائر ہو تو وہاں احتمال ترک سنت راجح ہے احتمال فعل بدعت پر قرون ثلاثہ میں اس کا وجود نہ ہوتا۔ اور پھر اس کا التزام کرلینا اور تارک کو ملامت کرنا بدعت ہے لہٰذا اس کا ترک راجح ہے۔ جیسا کہ علامہ مجیب دام فیضہم نے مفصل تحریر فرمایا ہے فجزاہ اللہ عنا وعن سائر المسلمین۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

خادم الطلبہ مہدی حسن غفرلہ مدرس مدرسہ اشرفیہ المدینہ ضلع سورت

الجواب صحیح — الجیب مصیب

احقر میران شاہ غفرلہ معاون مدرس مدرسہ اشرفیہ — محمد سخاوت اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ اشرفیہ المدینہ

بندہ نے رسالہ النفائس المرغوبہ من اولالی آخرہ دیکھا حضرت مجیب علامہ دام فیضہم نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے سنتوں اور فرائض کے درمیان دعا کرلینا بہتر ہے۔ اگر قدرے طوالت بھی ہو جائے گی تو کچھ حرج نہیں۔ ایک حدیث اس بارہ میں صریح حجت ہے:۔

عن عبد الرحمٰن بن غنم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوٰۃ المغرب والصبح	عبد الرحمٰن بن غنم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے نماز مغرب اور صبح کے بعد قبل پلٹنے اور پاؤں پھیرنے کے

لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ عشر مرات اخرجہ احمد +	لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ دس مرتبہ کہا الخ

اس روایت سے فرض اور سنتوں میں تاخیر اللھم انت السلام الخ سے زیادہ صراحۃً ثابت ہے اور کسی تاویل کی گنجائش نہیں فقط واللہ اعلم

کتبہ احقر الطلبہ محمد حسین بن حضرت العلامہ محمد فضل الراندیری مدرس قوۃ الاسلام راندیر

مصنف رسالہ النفائس المرغوبہ کا جواب نہایت صحیح ہے اور بلکہ نہایت قوی دلائل کی مؤید ہے یہ حدیث جسکو حافظ ابوبکر بن ابی شیبہؒ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے:-

عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث	اسود عامری اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فجر کی نماز پڑھی تو جب آپ نے سلام پھیرا تو مڑ گئے اور ہاتھ اٹھائے اور دعا کی

اس حدیث سے نماز فجر کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ثابت ہو گیا اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں بھی فرض کے بعد متصل ہی دعا مانگنا افضل و مستحب ہے۔ جیسا کہ رسالہ مذکورہ میں مفصل ثابت کیا گیا ہے اگر فرض کے بعد متصل دعا مانگ لی جائے تو سب لوگ شریک ہو جائیں گے ورنہ جو لوگ نماز پڑھ کر چلے جاتے ہیں وہ دعا سے محروم رہ جائیں گے +

کتبہ عبدہ سید محمد عبداللہ خادم الطلبۃ القاضی رحمت اللہ غفرلہ مدرس مہتمم مدرسہ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح والمجیب نجیح + حافظ محمد صالح خطیب مسجد جامع راندیر +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ واتباعہ اجمعین الی یوم الدین + **اما بعد** بندہ نے رسالہ النفائس المرغوبہ من اولہ الی آخرہ دیکھا جواب تحقیق حق ہے جزاھم اللہ خیر الجزاء عنا وعن جمیع المسلمین آمین۔ واقع میں طریق حق و صواب و افضل یہی ہے کہ بعد نماز مکتوبہ مختصر غیر طویل دعا کریں یہی طریق مسنون ہے یہی عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کا ہمیشہ رہا ہے جیسا کہ مؤلف ممدوح نے بدلائل صحیحہ اسکو ثابت فرمایا ہے۔ اس کے خلاف نوافل کے بعد دعا کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ سے منقول نہیں۔ ومن ادعی فعلیہ البیان۔ لہٰذا یہ عمل بے سنت ہے مسنون نہیں۔ اور سوال یہاں کے

میں ہیئت سے پیرا دعا کرنا یا الفاتحہ کہنا ذکر کیا ہے یہ طریقہ خواہ بعد فرائض ہو یا بعد نوافل حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ وتابعین سے منقول نہیں۔ لہذا یہ ہیئت بدعت ہے:-

قال في الواقعات قراءة الفاتحة بعد المكتوبة لاجل المهمات مخيرها مكروهة لانها بدعة لم تنقل عن الصحابة والتابعين. وفي البحر الرائق عن ابن مسعود رضي الله عنه انه سمع قوما اجتمعوا في المسجد يهللون ويصلون على النبي صلى الله عليه وسلم جهرا فراح اليهم فقال ما عهدنا ذلك في عهده صلى الله عليه وسلم وما اراكم الا مبتدعين الخ۔

واقعات میں کہا ہے کہ فرائض کے بعد مہمات (ضروریات) کے لیے فاتحہ پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ یہ بدعت ہے صحابہ وتابعین سے منقول نہیں۔
اور بحر الرائق میں ابن مسعود سے منقول ہے کہ انہوں نے ایک گروہ کے متعلق سنا کہ وہ مسجد میں جمع ہو کر لا الٰہ الا اللہ اور درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں تو اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہم نے نہیں پایا اور میں تم لوگوں کو بدعتی سمجھتا ہوں۔

تعجب اس طریقہ کو عوام سنت اور واجب سمجھنے لگیں تو اس کا منع اور بدعت ہونا اظہر من الشمس ہے۔ قال في العالمگیریة ما یفعل عقیب الصلوٰة مکروه لان الجهال یعتقدونها سنة او واجبة الخ۔

هذا ما عندي اشتغال لا علم والله يقول الحق وهو يهدي السبيل وصلى الله على سيدنا محمد وآله وصحبه اجمعين۔

حرره احمد بن ابراهيم عفا الله عنه باسرولی سملکی کمدرس اول دار تعلیم الدین سملک ڈابھیل ۲۳ شعبان ۱۳ھ

المجیب مصیب — الجواب صحیح

خادم ناظم مدرسہ کمدر هذا — بندہ محمد شفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ هذا

حضرت مفتی صاحب نے جو کچھ رسالہ النفائس المرغوبة میں تحریر فرمایا ہے بہت صحیح و درست ہے بلکہ علاوہ خاکسار کے خیال میں اس ملک کے طریقہ مروجہ گجرات میں یہ مفاسد اور بھی ہیں (۱) اکثر اہل اسلام اس دعا کو بہت زور زور سے پڑھتے ہیں اور بسا اوقات نماز پڑھنے والے نماز پڑھتے ہوتے ہیں ان کا کچھ خیال نہیں کرتے اور ان کی نمازوں میں خلل پیدا ہوتا ہے (۲) اکثر ائمہ کا مقصود

سلام میں خلوت کے لیے کہا ہے کہ بلا تعلیم کے سنہ فاتحہ کا کہنا مکروہ ہے ۱۲

خوش آوازی سُنانا اور ریا ہوتا ہے جسکا موقع بوجہ جہری ہونے کے پیدا ہوتا ہے۔ (۳) دعا میں اصل اخفا افضل ہونے کے جہر کیا جاتا ہے۔ جو ترجیح مرجوح ہے۔ بہر حال یہ طریقۂ دعا۔ قابل ترک ہے۔ والعلم

بندہ محمد بن حاجی اسمٰعیل صاحب کفلیتوی عفا اللہ عنہما مدرس مدرسہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت

تحریرات علمائے لاہور و دیگر اضلاع پنجاب

الاجوبة كلها صحيحة مطابقة للحق الصريح جزى الله المجيب المصيب خير الجزاء ۔ كتبه عبد المذنب المفتي محمد عبد الله عفا الله عنه	تمام جوابات (مندرجہ النفائس المرغوبہ) صحیح ہیں اور مطابق حق صریح۔ خدا تعالیٰ مجیب مصیب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ کتبہ عبد المذنب مفتی محمد عبد اللہ عفا اللہ عنہ ٹونکی۔ پروفیسر اورینٹل کالج لاہور
لقد اصاب من اجاب المفتقر الى الله الولى اصغر على	الجواب صحیح نور الحسن عفا اللہ عنہ مدرس دوم مدرسہ حمیدیہ وملحقہ انجمن حمایت اسلام لاہور

پانی پت

جواب ہذا نہایت عمدہ اور صحیح ہے۔ (قاری) عبد السلام عفی عنہ انصاری (پانی پت)

ما احسن تحقيق المقام من المجيب العلام اعانة للانام عن مزلة الاقدام

نمقه العبد الاواه محمد خليل الله عفى عنه (مدرس مدرسہ عربیہ پانی پت ۸ رشعبان [illegible]ھ)

الجواب صحیح — بسم الله قوله تعالى اجيب دعوة الداع اذا دعان فليستجيبوا لي وليؤمنوا بي لعلهم يرشدون ۔ طریق سلف صالحین کا رسالہ سے واضح ہے اس کے خلاف بدعت ہے۔

بندہ حمد اللہ پانی پتی عفی عنہ

محمد عبد السلام عباسی (پانی پتی) ۱۲۔شعبان [illegible]ھ

ریاست جیند

فقیر نے رسالہ النفائس المرغوبہ کو اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ بیشک مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ کا جواب صحیح و درست ہے۔ فاضل مؤلف نے واقعی محققانہ طور سے مسئلہ دعا پر روشنی ڈالی ہے۔ بلکہ اس سے تمام مخترعات بے اصل ہو کر بہاءً منثوراً ہو گئے۔ خداوند کریم

ناشر ممدوح کو اس کارِ خیر کے صلہ میں جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔ اور یہ فرمانا کہ بعد فرضوں کے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا صراحۃً ثابت نہیں ہے۔ اس امر کے ثبوت کے لئے فتاوٰے مولوی عبد الحی مرحوم جلد دوم ص۳۰ کی عبارت مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو۔ وہو ہذا:۔

دریں خصوص نیز حدیثے وارد است چنانچہ حافظ ابوبکر احمد بن اسحٰق بن السنی در کتاب عمل الیوم واللیلہ می نویسد حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحٰق یعقوب بن خالد ابن یزید حدثنا عبد العزیز بن عبد الرحمٰن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد یبسط کفیہ فی دبر کل صلٰوۃ ثم یقول اللھم الٰہی واله ابراھیم واسحٰق ویعقوب واله جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسألک ان تجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلی وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبین اگر گفتہ شود اسنادش بروایت عبد العزیز بن عبد الرحمٰن ست وآں تکلم فیہ است چنانچہ در میزان الاعتدال مرقوم وصرح است گفتہ خواہد شد کہ حدیث ضعیف برائے اثبات استحباب کافی ست چنانچہ ابن ہمام در شرح التحریر در کتاب الجنائز می نویسد۔ والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتہٰی۔ ویؤیدہ ما رواہ ابوبکر بن ابی شیبۃ فی المصنف عن الاسود العامری عن ابیہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ ودعا الحدیث۔ فثبت بعد الصلٰوۃ المفروضۃ رفع الیدین فی الدعاء عن سید الانبیاء واسوۃ الاتقیاء صلعم کما لایخفٰی علی العلماء الاذکیاء (فتاوٰی مولانا عبد الحی) واللہ اعلم

کتبہ محمد عبد الرحمٰن عفی عنہ مفتی صاحب | العبد الفقیر محمد یوسف مفتی ریاست جنید

الجواب صحیح الجواب صحیح ۹ شعبان ۱۳۵۳ھ

(مہر) محبت علی کی رضائے خدا ہے | عبد الرحمٰن (مہر)

رہتک بندہ نے اس رسالہ "النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ" کو من اولہ الٰی آخرہ دیکھا۔ حرفاً حرفاً مطالعہ کیا۔ علامہ اجل حضرت مفتی صاحب ظلہ العالی نے دعا کی بابت جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ سنت نبوی کے موافق اور طریق حق کے مطابق ہے۔ میں اس کی تصدیق

[illegible]

کرتا ہوں کہ حضرت مفتی صاحب ظلہ نے دعا کے متعلق جو جواب رقم فرمایا ہے وہ صحیح اور بالکل درست ہے

والسلام علی من اتبع الهدیٰ

کتبہ العبد الاواہ ابو محمد عبد التواب ملتانی غفر له ولوالدیه مدرس عربی ...

بعد مطالعہ النفائس المرغوبہ من اولہا الی آخرہ عبور نمودم جمیع روایات صحیح و معتبر یافتم۔ وہر چہ حضرت علامہ دہر مفتی محمد کفایت اللہ صاحب رقم فرمودہ عین صواب موافق اہل سنت والجماعت است بنا برین تصدیق میکنم کہ علامہ موصوف صحیح و درست جواب نوشتہ اند + فقط

خاکسار عبد الستار عفی عنہ مدرس رہتک

تحریر ندوۃ العلماء

اجاد المجیب فی الجواب بما لا مزید علیہ من کان خبیر له بالسنة والکتاب واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

العبد الفقیر الی رحمة ربه الغنی امیر علی عفا اللہ عنه مهتمم دار العلوم لندوة العلماء

الجواب هو الجواب غیرہ خرط القتاد و رفع الیدین بعد الصلوٰۃ للدعاء ثابت من سید الانبیاء و اسوۃ الاتقیاء صلی اللہ علیه وسلم کما رواہ ابو بکر بن ابی شیبة عن الاسود العامری عن ابیه قال صلیت مع النبی صلی اللہ علیه وسلم الفجر فلما سلم انحرف و رفع یدیه و دعا الحدیث وهکذا فی عمل الیوم واللیلة واللہ اعلم بالصواب

حررہ الراجی رحمة ربه القوی ابو العماد محمد شبلی الجیراجی المدرس فی دار العلوم لندوة العلماء عفا اللہ عن ذنبه الجلی والخفی +

علماء کانپور			
	من اجاب فقد اجاب بالحق والصواب	الجواب صحیح	الجواب صحیح
	بندہ محمد خان ... مدرس مدرسہ	محمد ... آبادی مدرس	غلام یحییٰ مدرس مدرسہ
	جامع العلوم کانپور	مدرسہ جامع العلوم کانپور	جامع العلوم کانپور

لہ حدیث صحیح ... [illegible]

ٹہ ... [illegible]

... [illegible]

... [illegible]

علمائے دربھنگہ

الجواب صحیح
بندہ محمد مرتضیٰ حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

المجیب مصیب
احقر عبدالوہاب غفرلہ ولوالدیہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

اصاب من اجاب
بندہ عبدالحفیظ المدرس بمدرسہ امدادیہ دربھنگہ

الجواب صحیح
بندہ سراج الدین احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

المجیب مصیب
غلام الطلبہ حقر الزمان المفتی عبدالواحد صانہ اللہ عن شرور کل فانی۔ المدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ

بہار
الجواب صواب۔ ماجد علی عفی عنہ (صدر المدرسین مدرسہ عزیزیہ بہار)

تحریرات علمائے ضلع میرٹھ ومرادآباد وغیرہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً جوابات جو تحریر کئے ہیں سب درست ہیں اور علمائے احناف کے نزدیک واجب التسلیم ہیں ان سے انحراف کرنا کجروی ہے ÷ احمد علی عفی عنہ (محدث المدرس مدرسہ عربیہ میرٹھ)

جناب مجیب صاحب ہرچہ در ثبوت مدعا آوردہ اند ہمہ صحیح است و علاوہ ازاں قابل مدح و تسبیح ÷
بندہ مسکین محمد ضمیر الدین مقیم میرٹھ مدرسہ اسلامیہ اندر کوٹ۔

جوابات صحیح ہیں ÷ یوسف علی عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ شہر میرٹھ

علمائے گلاوٹھی ضلع بلندشہر

ما قالہ المجیب اللبیب فہو حق والحق احق ان یتبع
العبد المسکین محی الدین احمد مہتمم و مدرس مدرسہ گلاوٹھی،

الجواب صحیح۔ بندہ کریم بخش عفی عنہ مدرس مدرسہ گلاوٹھی،

مرادآباد

للہ در المجیب المصیب اجاب فاجاد
فخر الدین احمد غفرلہ مدرس مدرسہ مسجد شاہی مرادآباد

۴۳

اصاب من اجاب — الجواب صواب

ابن المفتی محمد حمید اللہ بیگ غفر لہ مراد آباد — محمود حسن الاسلامی مدرس شاہی مسجد مراد آباد

الجواب صحیح — ھذا الجواب صحیح وخلافہ قبیح

محمد دائم علی عفی عنہ (مراد آباد) — مرزا فرخ بیگ مراد آبادی ہداہ اللہ الہادی

دعا مانگنا سنتوں کے بعد بدون التزام کے جائز ہے۔ اور اجتماع و اہتمام ٹھیک نہیں ہے +

محمد قدرۃ اللہ غفر لہ مدرس مدرسہ شاہی مسجد مراد آباد

امروہہ

رأینا الرسائل المرغوبۃ۔ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ فوجدناھا فی ترتیب حسن وبیان شاف وجواب حق۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

عبد الرحمن کان اللہ لہ ولوالدیہ ولجمیع المؤمنین۔ مدرس اول مدرسہ اسلامیہ امروہہ

الجواب صحیح — الجواب صحیح

محمد امین الدین غفر لہ مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ — رضا حسن عفی عنہ مدرس مدرسہ اسلامیہ امروہہ

بریلی

ما اجاب بہ المجیب لا ریب فیہ لا ریب فہو صحیح۔ محمد یٰسین عفی عنہ مہتمم و مدرس اول مدرسہ اسلامیہ اشاعۃ العلوم بریلی +

الجواب حق۔ دین محمد عفی عنہ مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

جو کچھ حضرت مجیب نے ارقام فرمایا ہی بالکل حق ہے اور حق احق بالاتباع ہے۔ مگر کسی حدیث سے یہ بات ثابت نہیں ہے کہ بعد سنت کے ہیئت اجتماعی کے ساتھ بیٹھکر مقتدی امام کے ساتھ دعا کریں جیسا کہ بعض جگہ یہ رائج ہے۔ اہل اسلام کو چاہیئے کہ ایسی باتوں سے اجتناب کریں اور اس رسالہ کو دیکھیں۔ بفضلہ تعالیٰ یہ سب بدعات کے دفع کے لیئے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مجیب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین +

بندہ سلطان احمد مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

لہ سل مرلانا المکرم لم تمین التطرق الرسالۃ ولا تفتش وقع التصریح فیہا بجی ازمنۃ الدعاء خالیا عن اللغا المنضمۃ الیہ فی صحفۃ ۷ ولکن لم یلتفت الی ان السوال والجواب کلاھما فی بیان الافضل من الطریقین اللائقین ولا لم یقتصر علی ما قالہ ولیب ۔ الراجح ماھو۔ واللہ الموفق۔ محمد کفایت اللہ غفرلہٗ

سے ہم نے رسائل مرغوبہ کو دیکھا اور نہایت عمدہ ترتیب و بیان شافی اور جواب حق پر مشتمل پایا ۱۲

درحقیقت فاضل مجیب نے جو کچھ تحریر فرمایا ہے بالکل درست اور صحیح ہے۔ اہل بصیرت پر خوب روشن اور واضح ہے کہ جملہ احادیث و روایات فقہائے کرام پر نظر کرنے سے مثل آفتاب کے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض دیار میں بعض جہال نے یہ فعل جو اختیار کر رکھا ہے بدعت ہے اس سے اجتناب ضروری ہے واللہ اعلم بالصواب

محمد عبدالرحمٰن عفرلہ سلطان پوری مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

للہ در المجیب۔ **خیر محمد جالندھری** عفی عنہ مدرس مدرسہ اشاعۃ العلوم بریلی

شاہجہان پور

قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں سنتوں نفلوں کے بعد اجتماعی طریقے سے دعا مانگنا ثابت نہیں۔ اتفاقیہ طور پر بغیر التزام و اصرار اور بدون قیود نامشروعہ کے فی نفسہ مباح ہو۔ ہاں اگر اس فعل کو اپنے عقیدے میں ضروری سمجھے یا عمل میں اس کی پابندی اصرار کیا جائے اس طرح کیا جائے کہ اس کے تارک کو قابل ملامت و طعن و تشنیع قرار دیا جائے تو یہ بدعت ہو جائیگا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ تم میں ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنی نماز میں شیطان کا حصہ مقرر نہ کرے۔ وہ یہ کہ نماز کے بعد داہنی طرف پھرنے کو ضروری سمجھے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بسا اوقات بائیں جانب پھرتے ہوئے دیکھا ہے (بخاری و مسلم) طیبی شارح مشکوٰۃ نے کہا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ جو شخص کسی امر مستحب پر اصرار کرے اور اسکو عزیمت اور ضروری قرار دے لے اور کبھی رخصت پر یعنی اس کی شق مقابل پر عمل نہ کرے تو ایسے شخص سے شیطان اپنا حصہ گمراہ کرنیکا حاصل کر لیتا ہے۔ پھر ایسے کا تو کیا کہنا ہے جو کسی بدعت یا امر منکر یعنی خلاف شرع عقیدے یا عمل پر اصرار کرتا ہو صاحب مجمع نے فرمایا ہے کہ اس حدیث سے یہ بات نکلی کہ امر مندوب بھی مکروہ ہو جاتا ہے جبکہ اندیشہ ہو کہ یہ اپنے رتبے سے بڑھ جائیگا۔ اسی بناء پر فقہائے حنفیہ نے نمازوں میں سورۃ مقرر کرنے کو مکروہ فرمایا ہے خواہ اعتقاداً پابندی ہو یا عملاً۔ فتح القدیر میں اس تعمیم کی تصریح کر دی گئی ہے +

بعد صلوٰۃ مکتوبہ قبل از سنن و نوافل بقدر اللھم انت السلام الخ بلکہ بقدرے زائد ادعیہ ماثورہ کی مقدار تک دعا مانگنا جائز بلکہ اولیٰ و افضل اور مسنون بالاجابت ہے +

احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ اس بارے میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ استاذنا الاسلام الحبر القمقام حضرت مولانا مولوی محمد کفایت اللہ صاحب نے مفصل تحریر فرما دیا ہے۔ اور روایات مختلفہ و طرق متفرقہ کو جمع کر کے صحیح مطلب سمجھا دیا ہے۔ واللہ الموفق +

کتبہ الاحقر الراجی رحمۃ ربہ الغنی محمد عبد الغنی عفا اللہ عنہ جناہ واوصلہ غایۃ متناہ۔ مدرس مدرسہ
قدماصاحب عبد الجلیل۔ بندہ محمد رفیع عفی عنہ مدرس مدرسہ سینیہ شاہجہانپور) عین العلم شاہجہانپور

الجواب صواب — الجواب صحیح والمجیب نجیح

بندہ محمد اشرف علی عفی عنہ مدرس مدرسہ سینیہ شاہجہانپور — سراج الدین عفی عنہ شاہجہانپوری

ضلع سہارنپور

اس رسالہ کو میں نے دیکھا صحیح اور مدلل پایا حق تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے۔ عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ
مظاہر العلوم سہارنپور

میں نے بھی یہ رسالہ دیکھا ماشاء اللہ مولانا محمد کفایت اللہ صاحب نے صحیح اور بہت اچھا لکھا ہے حق تعالیٰ دارین میں اس کا صلہ عطا فرمائے آمین۔ عنایت الٰہی عفی عنہ مہتمم مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا۔ اما بعد۔ راقم الحروف نے رسالہ النفائس المرغوبۃ فی حکم الدعاء بعد المکتوبۃ اول سے آخر تک پڑھا تحقیق حق سے لبریز اور طریق صواب کے نزدیک پایا۔ فاضل اجل مصنف رسالہ نے حدیث و فقہ دونوں سے بطرز الکلام روشن کی طرح ثابت کر دکھایا کہ فرائض خمسہ کے بعد امام و مقتدیوں کا دعا مانگنا اور دعا کے وقت ہاتھ اٹھانا سلام پھیرنے سے فارغ ہو کر یا قبلہ کو منہ پھیر کر جب ہے مگر سنن رواتب کے بعد لوگ نوافل ہو کر جیسے کے بحیثیت اجتماع امام و مقتدیوں کا دعا کرنا منقول نہیں البتہ فرادیٰ فرادیٰ جس کا دل چاہے دعا مانگے اس میں کچھ حرج نہیں علاوہ مصنف نے احادیث صحیحہ سے ثابت و فقہیہ سے اس مسئلہ کو بھی حل کر دیا کہ بعد صلوٰۃ مکتوبہ دعا مانگنے والا اپنے منہ پر ہاتھ پھیرے جو دعا کے بعد جائز ہے مگر حتی الوسع ادعیہ ماثورہ کا خیال رہے۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

کتبہ العبد العاصی مشتاق احمد انبیٹھوی عفا اللہ عنہ مقیم کنجپورہ۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم۔ بندہ نے اس رسالہ کو دیکھا صحیح پایا۔ بندہ واحد بخش صدر مدرس مدرسہ نگینہ

ہم خدام مدرسہ رحمانیہ رڑکی نے نفائس المرغوبہ کو تمام دیکھا۔ بہت صحیح پایا۔

خاکسار ظہور محمد عفی عنہ مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی ضلع سہارنپور۔

العبد محمد حسن خاں مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی۔

الجواب صحیح محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ رحمانیہ رڑکی۔

سرسہ ضلع حصار

لا شك ان الدعاء بعد الفراغ من المكتوبة
من علم الدين وبغير شامة مستحب معروف
بالجملة ثابت بقول النبي صلى الله عليه
وسلم وفعله كما حققه المحقق العلامة
الفهامة في رسالته في هذه المسألة تحقيقا
لا يمكن فوقه والله اعلم بالصواب ‌+

اس میں شک نہیں کہ فرائض سے فارغ ہونے کے
بعد دعا کا ثبوت علاوہ احادیث مذکورہ یا بغیر التزام ہاتھ اٹھا کے
یہ دعا مقرون بالاجابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کے قول و فعل سے ثابت ہے جیسا کہ محقق علامہ فہامہ
صاحب رسالہ نے اپنے رسالہ میں تحقیق فرمادیا ہے کہ
اس سے زیادتی ممکن نہیں ۔

کتبہ خیر الدین احمد السرہندی عفی عنہ

ریاست بھوپال

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حدیث شریف و فقہ کے موافق یہ طریقہ ہالا نہیں ہے کہ نماز کے سلام کے بعد امام صرف اللہم انت السلام الخ کہکر سنتوں کے لئے کھڑا ہو جائے پھر سنتیں پڑھکر موجودین مع امام دعا مانگیں اگر لوگ سنن وغیرہ سے فارغ نہ ہوئے ہوں تو دعا کے واسطے ان کا انتظار کیا جائے اور الفاتحہ کہکر درود سے امام دعا مانگے اور لوگ آمین کہیں ۔ اور جن دیار و امصار میں فرض کے بعد امام علاوہ اللہم انت السلام الخ کے اور بھی منقولہ دعائیں پڑھتا ہو خصوصا جب کہ وہ ادعیہ ماثورہ یعنی البتہ طویل دعائیں نہ پڑھتا ہو تو اس سے وہ کراہت لازم نہیں آتی ہے جو بقول فقہاء رحمہم اللہ طویل بوجہ طویل دعاؤں کے سبب سنتوں کی تاخیر میں لازم آتی ہے ۔ بلکہ یہ تو موجب احادیث شریفہ مطابق تفصیل حکم شرعی کی ہے ۔ فرائض کے بعد مجموعی طور پر دعا مانگنا افضل ہے اس لئے کہ احادیث شریفہ و روایات فقہیہ اس کی موید ہیں ۔ سنتوں وغیرہ سے فارغ ہو کر سب کے ساتھ دعا مانگنے میں فضیلت ہے اور نہ اس عمل کی ترغیب کسی معتبر کتاب میں دیکھی ہے ۔ رسالہ النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ کو مطالعہ کیا ۔ جناب مولوی کفایت اللہ صاحب کی تصحیح و تائید مع دیگر فضلاء دہلی کے مضمون مندرجہ بالا حق و صحیح ہے ۔ واللہ اعلم

محمد یحیی عفا اللہ عنہ مفتی بھوپال ۔ ۱۰ شعبان ۱۳۴۷ھ

بھوپال
محمد یحیی مفتی اول
[illegible]

ریواڑی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب

علامۂ زمن جناب مدرس مدرسہ امینیہ مفتی محمد کفایت اللہ صاحب نے صورت مسئولہ کو بطرز التقسیم کرکے مفصلاً ایسی خوبی سے لکھا ہے کہ جواب کی وضاحت عبارت کی سلاست نے عام فہم کے نزدیک سے اس کو بہت سہل کردیا ہے معترض کے اعتراض کو ہمیشہ علیٰ الحق سے ایسا حل کر دیا ہے کہ دوبارہ اس کے پوچھنے یا کچھ کہنے کی ضرورت باقی نہیں سنن رواتب کو آنحضور صلعم کے خود گھر میں ادا کرنے اور ان کا حدیث اذا فرغ صلعم سے نماز مفروضہ کے بعد متصل ہی سنتوں سے پہلے دعا مانگنے کا استنباط علامہ موصوف کی لیاقت فن حدیث کی دلیل ہے۔ اس فرض نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کو جو آداب دعا کے احادیث کے عموم و اطلاق سے ثابت کیا ہے اس بارے میں ایک خاص قولی حدیث بھی باتصریح بسند مندرجہ ذیل وارد ہے۔

حدثنی احمد بن الحسن حدثنا ابو اسحق یعقوب بن خالد بن یزید البالسی حدثنا عبد العزیز ابن عبد الرحمن القرشی عن خصیف عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال ما من عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الٰہی و الٰہ ابراہیم واسحق ویعقوب والٰہ جبرئیل ومیکائیل واسرافیل اسئلک ان تستجیب دعوتی فانی مضطر وتعصمنی فی دینی فانی مبتلیٰ وتنالنی برحمتک فانی مذنب وتنفی عنی الفقر فانی متمسکن الا کان حقا علی اللہ عزوجل ان لا یرد یدیہ خائبتین اخرجہ الحافظ ابوبکر فی کتاب عمل الیوم واللیلۃ۔

علامہ عبدالحی اللکنوی نے ایک استفتاء کے جواب تحریر فرمانے میں میزان الاعتدال سے حدیث مذکور کو عبدالعزیز بن عبدالرحمن راوی کے متکلم فیہ ہونے کی وجہ سے ضعیف تسلیم کرتے ہوئے یوں تحریر فرمایا ہے کہ اثبات استحباب کیلئے ضعیف حدیث بھی کافی ہوتی ہے چنانچہ امام ابن ہمام نے فتح القدیر کی کتاب الجنائز میں فرمایا ہے (والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع انتہیٰ)۔

لیکن بندہ مسکین کاتب الحروف کے نزدیک سلف صالحین کے زمانے سے فرض نمازوں کے بعد متصل دعا کیلئے دعا مانگنا گویا علمائے امت کا اجماع سکوتی ہے۔ وہ ضعف حدیث کے غیر مضر ہونے کی دوسری دلیل ہے۔

علاوہ بریں حدیث مذکور کی تائید میں خصوصاً جناب سرور کائنات علیہ التسلیمات کی فعلی حدیث مصنف ابن ابی شیبہ کی موجود ہے عن ابی اسود العامری قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ

بآخر فلما سلم انحرف ورفع یدیہ۔ الحدیث۔ لکن ما ذکرہ السید شریف حسین الدہلوی مولانا للمحدث العلامۃ اللکنوی بہ علامہ یہ کہ نماز مفروضہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے لئے یہ حدیث حجت ہے۔ فقہاء کا اس طریقہ دعا کو مسنون کہنا بے ثبوت نہیں ہے بالکل ٹھیک ہے +

زور سے دعا مانگنے کی بابت جواب کی تائید میں اتنا اور بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ دعا کی حقیقت چونکہ اخفیہ تضرع و زاری پر مشتمل ہے با آواز بلند جہر کر دعا مانگنا اس کی حالت موضوعہ کے بالکل خلاف بلکہ منافی ہے جل جلالہ شانہ عالی ہے ادعوا ربکم تضرعا وخفیہ (ترجمہ) اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑا کر چپکے چپکے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جہر سے دعا کرتے وقت فرمایا۔ انکم لا تدعون وفی روایۃ لا تنادون اصم ولا غائبا۔ اخرجہ ابو داؤد۔ تم بہرے اور غائب کو دعا نہیں کرتے ہو۔ باقی رہی جہری روایات سو وہ ضرورت تعلیم کی وجہ سے بقدر ضرورت مستثنیات میں داخل ہیں کان الضرورۃ تتقدر بقدرہا خلاصہ یہ کہ مذکورہ آیت و حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے معلوم ہوا کہ دعا بالجہر والمعروف بدعت ہی نہیں جیسا کہ صاحب فتاویٰ بزازیہ نے لکھا ہے معترض شاید پڑھ نہ سکا بلکہ سمجھ بیٹھا کہ یہ قرآن و حدیث کے منشا کے خلاف ہے۔

یہ رہا وہ مسئلہ کہ سنن و نوافل کے بعد تمام نمازیوں کے ساتھ مل کر امام کا اہتمام و التزام کے ساتھ (الفاتحہ) زور سے کہکر یا فاتحہ ایک بار و سورۂ اخلاص تین بار پڑھکر جیسا کہ میں نے بعض اطراف ملک میں خود مشاہدہ کیا ہے زور سے دعا مانگنا یا چپکے سے خواہ کسی طرح ہو کسی قولی یا فعلی حدیث صحیح تو کہاں ضعیف موضوع میں بھی ثبوت نہیں اور نہ صحابہؓ و تابعینؒ و ائمہ مجتہدینؒ کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ اس کے بدعت ہونے میں کچھ بھی کلام نہیں کیونکہ بدعت ایسے ہی کام کو کہتے ہیں جو طریقہ معروفہ مسنونہ کے خلاف عبادت و ثواب سمجھ کر سنت و مستحب کی طرح التزاماً کیا جاتا ہو +

عبد الرحیم

حررہ العبد الاثیم ابو الحسین عبد الرحیم (دیراتی) ۔ شعبان

اجمیر شریف

الجواب صحیح فقیر معین الدین کان اللہ خادم دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف (صدر مدرس)

الجواب صحیح
محمد عزیز غفرلہ

الجواب صحیح
محی الدین احمد

میں نے اس رسالہ کو بغور ملاحظہ کیا۔ مؤلف علامہ نے بہت ہی صحیح اور مدلل جواب تحریر فرمایا ہے۔

خاکسار حمید اللہ خان عفی عنہ اجمیر شریف — الجواب صحیح محمد قاسم عفی عنہ

قد صح الجواب — الجواب صحیح

رقمہ محمد عبد الغفور غفرلہ — محمد عبد المجید غفرلہ

لقد اجاد من افاد واصاب فیما اراد۔ کتبہ الراجی الی رحمۃ ربہ الاکرم ایا الملک المدعو بغلام مرشد کان اللہ لہ

فتویٰ مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی

حسن اتفاق سے ہمارے دوست خلیفہ حافظ عبد الغنی صاحب نے اسی مسئلہ کے متعلق مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ ہمیں دیا۔ جو مضمون رسالہ ہٰذا کی مناسبت سے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

سوال۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ فرضوں کے بعد امام اور مقتدی جو دعا مانگتے ہیں یہ دعا جائز ہے یا نہیں بعض طرف میں امام فرض کے سلام کے بعد صرف اللھم انت السلام پڑھ کر کھڑا ہو جاتا ہے اور پھر سنتوں سے فارغ ہو کر سب ملکر دعا مانگتے ہیں۔ مؤخر الذکر فریق والے پہلے فریق پر یہ اعتراض کرتے ہیں (۱) فرضوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں۔ (۲) فقہاء نے فرض کے بعد اللھم انت السلام الخ سے زیادہ تاخیر کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔

سوال یہ ہے کہ ان دونوں طریق میں سے صحیح طریق کیا ہے اور فقہ حدیث کے موافق کیا ہے نیز یہ بھی ارشاد فرمایا جائے کہ کیا اول فرض کے بعد جماعت کا دعا مانگنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

(المستفتی) خاکسار خلیفہ عبد الغنی کارخانہ دار دگی محلہ سوزنگران دہلی

الجواب۔ فرائض کے بعد دعا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ اور فقہ میں اس کا جواز مصرح۔ فقط فرق یہ ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے بعد دعائے طویل نہ چاہیئے اللھم انت السلام یا اس کے مثل پر اقتصار رہنا چاہیئے۔ اور اتنی تطویل کہ مقتدیوں پر ثقیل ہو کبھی بھی نہ چاہیئے۔ اور سنن و نوافل سب سے فارغ ہو کر امام کا جماعت کے ساتھ دعا مانگنا کہیں منقول نہیں اور اس میں یہ بھی دقت ہے کہ کچھ لوگ صرف سنتیں پڑھیں گے اور کچھ نوافل اور پڑھنے والے

بعض جلد فارغ ہو جائیں گے بعض دیر میں، تو جو پہلے فارغ ہو چکے ہوں ان سے بے سبب انتظار کرایا ہوگا لہٰذا یہ طریقہ اوفق ترک ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ ہاں اگر مقتدی سب ساتھی ہوں اور کسی پر ثقیل نہ ہو تو جمع اس میں بھی کچھ حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مہر

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ

ابو المظفر محمد اسمٰعیل — محمد امجد علی اعظمی رضوی

فائدہ نفیسہ

رسالہ مکمل ہو کر چھپ رہا تھا کہ محب مکرم محترم مولوی حکیم محمد ابراہیم صاحب کاندیری خطیب جامع نگینوں نے مجھے اطلاع دی کہ مضمون زیر بحث کے متعلق حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرمایا ہے اسے بھی رسالہ ہذا میں شامل کر دیا جائے۔ میں نے حجۃ اللہ البالغہ کے باب الاذکار متعلقہ میں دیکھا تو نہایت خوشی ہوئی اور خداوند کریم کے فضل و کرم کا شکریہ ادا کیا کہ حضرت بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ صاحب قدس اللہ سرہ نے بھی یہی تحریر فرمایا ہے جو خاکسار رسالہ میں لکھ چکا تھا حضرت شاہ صاحبؒ اصل وہ انکا سعا وغیرہ جو خاکسار نقل کر چکا ہے اور جس میں علاوہ اللھم انت السلام الخ کے اور بھی قدرے طول عبارت شامل ہیں مختصر ذیل میں لکھتے ہیں:۔

فالاولى ان يأتي بهذه الاذكار قبل الرواتب فانه جاء في بعض الاذكار ما يدل على ذلك نصا كقوله من قال قبل ان ينصرف ويثني رجليه من صلوة المغرب والصبح لا اله الا الله وحده لا شريك له الخ وكقول الراوي كان اذا سلم من صلاته يقول بصوته الاعلى ۴

(ترجمہ) اولیٰ یہ ہے کہ ان اذکار کو سنن مؤکدہ سے پہلے ادا کرے کیونکہ بعض اذکار میں اس کی تصریح ہے جیسے آنحضرت صلعم کا یہ ارشاد کہ جو شخص نماز مغرب اور صبح کے بعد لوٹنے اور پاؤں موڑنے سے پہلے یہ کہے لا الٰہ الا اللہ الخ اور جیسے راوی کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کا سلام پھیرتے تو اپنی بلند آواز سے فرماتے

لا اله الا الله الى آخره وفى بعضها ما يدل
ظاهراً كقوله دبر كل صلوة اما قول
عائشة كان اذا سلم لم يقعد الا مقداراً
ما يقول اللهم انت السلام فيحتمل وجوهاً
منها انه كان لا يقعد بهيئة الصلوة
الا هذا القدر ولكنه كان يتيامن او يتياسر
او يقبل على القوم بوجهه فيأتى
بالاذكار لئلا يظن الظان ان الاذكار
من الصلوة ومنها انه كان حيناً بعد
حين يترك الاذكار غير هذه الكلمات
يعلمهم انها ليست فريضة والاصل
فى الرواتب ان يأتى بها فى بيته والسر
فى ذلك كله ان يقع الفصل بين الفرض
والنوافل بما ليس من جنسها وان يكون
فصلاً معتداً به يدرك بادى الرأى
وهو قول عمر لمن اراد ان يشفع بعد
المكتوبة اجلس فانه لم يهلك اهل
الكتاب الا انه لم يكن بين صلوتهم فصل
فقال النبى صلعم اصاب الله بك يا ابن
الخطاب. وقوله صلعم اجعلوها فى
بيوتكم والله اعلم انتهى

(حجة الله البالغه)

شعبان ۱۳۳۲ ہجری

لا الہ الا اللہ الخ اور بعض اذکار میں ظاہراً اس پر
دلالت ہے جیسے یہ قول کہ نماز کے بعد یہ پڑھتے
تھے، اور حضرت عائشہ رض کا یہ قول کہ جب آنحضرت
صلعم سلام پھیرتے تو اس سے زیادہ نہیں بیٹھتے
کہ اللھم انت السلام الخ پڑھیں تو اس قول
کے کئی احتمال ہیں منجملہ یہ ہے کہ آپ نماز کی
ہیئت پر اس مقدار سے زیادہ نہیں بیٹھتے تھے بلکہ
داہنے یا بائیں مڑ جاتے تھے یا لوگوں کی طرف
منہ کر لیتے تھے تاکہ کسی کو یہ گمان نہ ہو کہ اذکار
وادعیہ بھی نماز میں داخل ہیں۔ اور منجملہ
یہ ہے کہ آپ سوا اللھم انت السلام کے
اور اذکار وادعیہ کبھی چھوڑ دیتے تھے۔ چھوڑ دینے سے تعلیم مقصود
تھی کہ اذکار وادعیہ فرض نہیں ہیں اور سنتوں میں
اصل حکم یہ ہے کہ گھروں میں ادا کی جائیں اور اس سب کا
سر یہ ہے کہ فرضوں اور نفلوں میں ظاہر طور پر فصل اور فرق
ہو جائے جو ظاہری نگاہ سے معلوم ہو سکے۔ اور یہی
مطلب ہے حضرت عمر رض کے اس فرمانے کا اس شخص کو جو فرض
کے بعد متصل سنتیں پڑھنا چاہتا تھا کہ بیٹھ جا کیونکہ
پہلی امتوں کو اسی بات نے ہلاک کیا کہ فرائض و نوافل میں
ان کے فرق نہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا
اے ابن خطاب خدا نے تمہیں درست طریقہ ہدایت فرمایا اور
یہی مطلب ہے آنحضرت صلعم کے اس ارشاد کا کہ سنتیں گھروں
میں پڑھا کرو۔ واللہ اعلم انتہی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ

ضمیمہ

النفائس المرغوبہ
فی حکم
الدعاء بعد المکتوبۃ

جسمیں

۱۰۰۔ایک سو سے زائد مختلف مقامات کے بڑے بڑے علمائے کرام کے فتاوے درج ہیں اور اخیر میں مفتی مکہ معظمہ اور قاضی القضاۃ ممالک عربیہ حضرت عبد اللہ بن عبد الرحمان سراج الحنفی کا فتویٰ بھی شامل ہے

امام بیٹھ جاتا ہے اور تھوڑی دیر اوراد و وظائف میں مشغول رہتا ہے اسکے بعد جماعت کے ساتھ دعا مانگتا ہے اس تاشہ دس برس کے عرصے میں بہت سے عالموں کا یہاں آنا جانا ہوا اور کچھ میاں مقیم بھی ہیں انہوں نے ہمیشہ اس طریقہ کو سنت کے موافق سمجھا اور کبھی کچھ اعتراض نہ کیا نیز بہت سے مصلی بھی اس طریقہ کو سنت کے موافق سمجھتے ہیں اور کچھ اعتراض نہیں کرتے ہیں لیکن بعض ناواقف لوگ جو رسم کے پابند ہیں اور رسم کے کرنے میں ثواب سمجھتے ہیں وہ متولیان مسجد کو ابھارتے ہیں کہ فاتحہ ثانی کا دوبارہ اجرا کیا جائے اور امام صاحب کو اسپر مجبور کیا جائے کہ وہ فاتحہ ثانی اسی التزام کے ساتھ پڑھیں جس طرح پہلے پڑھا جاتا تھا۔ اب سوال یہ ہے کہ اس وقت جو بعد نماز فرض متصل ایک دفعہ دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے یا نہیں۔

سوال نمبر ۲ ۔ سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ سے ہے یا نہیں۔

سوال نمبر ۳ ۔ سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کیلئے متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور کر سکتے ہیں یا نہیں۔

اگر وہ مجبور کریں تو ان کا یہ جبر شریعت کے موافق ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ فقط والسلام

شہر دہلی۔ الجواب

(۱) بعد نماز فرض متصل ایک وقت دعا مانگنا سنت کے موافق ہے

(۲) بعد سنت کے التزام مذکور کیساتھ دعا مانگنا بدعت ہے حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے اور نہ علماء کا اسپر عمل ہے حرمین شریفین میں بھی اسپر عمل مداوم نہیں ہے۔

(۳) امام کو متولیان مسجد کو فاتحہ مروجہ و بدعت پر مجبور کرنا ہرگز نہ چاہیے جبر کرنا خلاف شریعت کے اور امام کو اسمیں اطاعت کرنا بھی نہ چاہیئے کیونکہ وہ معصیت ہے اور بدعت ہے اور معصیت میں اطاعت کرنا جائز نہیں ہے۔ اور جو اشخاص اس بدعت کے دور کرنے میں سعی فرماویں گے وہ ماجور ہوں گے۔ اور جو شخص کہ اس بدعت کے اجراء میں سعی کرے گا وہ سخت گنہگار ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

العبد محمد شفیع عفی عنہ

مدرس مدرسہ مولوی عبد الرب صاحب مرحوم

شہر دہلی ۔ ۔ ۱۳۴۱ھ

سہارنپور

الجواب۔ جو طریقہ دعا کا آپ کے یہاں جامع مسجد نگون میں آٹھ دس برس سے رائج ہو گیا فلاوالہ تک بہاری ہے اور جس کو کہ جہال دوبارہ بپر شانے کی کوشش کرتے ہیں وہی طریقہ موافق سنت ہے۔ پس سنن ونوافل کے بعد خاص التزام وانتظام مذکورہ سے دعا مانگنا چونکہ احادیث سے ثابت نہیں اسلئے ناجائز ہے۔ علی ہذا فاتحہ کا بعد سنت کے ضروری تصور کرکے پڑھنا چونکہ خلاف شرع ہے اسلئے اسپر امام کو مجبور نہیں کرسکتے۔ اور بسبب جبر گناہ کے مرتکب ہونگے اسلئے اکراہ سے اجتناب ضروری ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حررہ ضیاء احمد عفی عنہ مفتی مدرسہ مظاہر العلوم۔ سہارنپور۔

الجواب صحیح — الجواب صحیح

خلیل احمد عفی عنہ / عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

کانپور

الجواب ھو الموفق للصواب) فرائض کے متصل ہی دعا مانگنا سنت کے موافق ہے اسکا ثبوت احادیث شریف میں موجود ہے۔ لیکن بعد سنن ونوافل کے خاص التزام کے ساتھ دعا مانگنا اس کا ثبوت حدیث شریف اور فقہ کی کسی کتاب میں نہیں ہے بلکہ بالتزام بدعت ہے اسکو ترک کرنا ضروری ہے واللہ اعلم۔

حررہ ابو القاسم محمد صدر الدین عفی عنہ مدرس ومفتی مدرسہ جامع العلوم۔ کانپور

الجواب صحیح وموافق للحق الصریح۔ اس بارہ میں مولانا محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی نے مفصل رسالہ تالیف کیا ہے جسمیں کل علماء ومدرسین کے فتوی ودستخط نقل ہے۔

حررہ فناتر خان عفا اللہ عنہ مدرس مدرسہ جامع العلوم کانپور۔

المجیب مصیب۔ محمد سلام عفی عنہ۔ مدرس مدرسہ جامع العلوم۔ کانپور۔

ٹونک

الجواب واللہ الموفق للسداد والصواب از عدالت شرع شریف صدر ریاست اسلام ٹونک

جواب سوال نمبر (۱) اول۔ جو طریقہ دعا کا اس وقت جاری ہے وہ درست و مستحسن ہے۔

جواب سوال دوم۔ ۲۔ سنن ونوافل کے بعد فاتحہ خوانی التزام کے ساتھ حدیث وفقہ سے ثابت نہیں بلکہ ممنوع ہے۔

جواب۔ سوال سوم۔ متولیان مسجد امام کو مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر مجبور کریں تو یہ فعل ان کا خلاف شرع شریف ہوگا۔ واللہ اعلم۔ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۶۲ھ

دستخط علمائے مفتیان کرام عدالت شرع شریف صمد یاسین اسلام ٹونک

خلیل الرحمن عفی عنہ محمد حسین عفی عنہ خادم شریعت خورشید احمد مجتبی عفی عنہ

اجمیر شریف

الجواب (۱) بعد نماز فرض دعا مانگنا مسنون طریقہ ہے۔ عن عائشۃ قالت کان رسول اللہ اذا سلم لا یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔ اس کے علاوہ اور بھی دعائیں کتب احادیث میں منقول ہیں (۲) سنن ونوافل کے بعد علی الالتزام مذکورہ کیا جانا مستحب ہے واجب نہیں امام کو مجبور کرنا اصول شرع کے خلاف ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت سے معلوم ہوتا ہے لا یجعل احد للشیطان شیئا من صلاتہ یری حقا علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ قال الطیبی فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب من الشیطان من الاضلال (۳) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکورہ کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث سے نہیں نہ کسی سلف صالحین سے منقول ہے البتہ نفس دعا مانگنا اولی وبہتر ہے۔ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء ھو العبادۃ قال ربکم ادعونی استجب لکم۔

ابو الفضل الیاس یحییٰ عفا اللہ عنہ من الدارین والا سے جاس صدر
جمعیۃ العلماء صدر المدرسین دار العلوم حنفیہ صوفیہ
(مہر) (دار العلوم خلافت اجمیر المقدس)

شہر میرٹھ

(الجواب وباللہ التوفیق للصواب) نمبر ا۔ سنت طریقہ یہی ہے کہ بعد نماز فرض سب کو دعا مانگیں اور یہی طریقہ سلف سے چلا آتا ہے چنانچہ ہمارے ملک وقرب وجوار میں اس کے خلاف یعنی سنن ونوافل کے بعد سب کا مل کر دعا مانگنا یا اس دوسری دعا کے انتظار میں بیٹھا رہنا کوئی جانتا بھی نہیں حالانکہ بحمد اللہ صدہا علماء اس طرح میں ہوئے اور ایسی مدیحہ:

کہ انکی تعلیم و برکت سے ہندوستان کے تمام گوشے علم سے معمور ہوگئے اور اب بھی صدہا علماء عاملین شریعت موجود ہیں۔ مگر کوئی بھی اس طریقہ کو جو کہ بعض شہروں میں رائج ہوگیا کہ بعد سنن و نوافل مشترکہ دعا مانگتے ہیں نہیں جانتا۔ اور نہ اسکو پسند کرتا ہے۔

نمبر ۲ - سنن و نوافل کے بعد اس التزام مذکور کے ساتھ مشترکہ دعا مانگنا حدیث و فقہ سے کہیں ثابت نہیں۔

نمبر ۳ - چونکہ یہ غیر ثابت ہے لہذا متولیان مسجد کا امام کو اسپر مجبور کرنا خلاف شریعت ہے واللہ اعلم۔

عاشق الٰہی عفی عنہ (میرٹھی)

امرتسر

الجواب - متولیان مسجد امام مسجد کو اس التزام مذکور بالصدر پر مجبور نہیں کر سکتے یہ چیز شریعت میں ثابت نہیں۔ اس التزام کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت صحیح روایات میں فیما اعلم نہیں ہے نفس دعا مانگنا مشروع و مسنون بلکہ بعض اوقات اس سے بھی مؤکد ہے فرضوں کے بعد قبولیت کی امید میں حدیث شریف میں وارد ہیں۔ اور ہاتھ اٹھانا آداب دعا سے ہے۔ ھذا واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم واحکم

نور احمد امرتسری عفی عنہ

جواب درست ہے صورت مذکورہ میں جبر منع ہے۔

محمد حسین عفی عنہ مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر

دیوبند

الجواب - جو طریق فی الحال امام صاحب نے ایک مدت سے جاری کر رکھا ہے یہ مطابق سنت کے اور مطابق عمل سلف و خلف ہے دوبارہ الفاتحہ کہہ کر التزام دعا مانگنا موجب چند خرابیوں کا ہے جسکو علماء نے بیان فرمایا ہے۔ پس اب پھر اس طریق سنت کو جاری کرنا اچھا نہیں ہے۔ اور خلاف سنت معروفہ ہے۔ فقط

(۲) اس التزام کے ساتھ جیسا کہ درج ہے کچھ ثبوت نہیں ہے فقط

(۳) متولیان کو ایسا نہ کرنا چاہیئے۔ اور امام صاحب کو اس طریق پر مجبور نہ کرنا چاہیئے فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ عزیز الرحمٰن عفی عنہ مفتی مدرسہ دیوبند

کلکتہ

الجواب (۱) ہاں بعد نماز فرض متصل ہی دعا مانگنی سنت طریقہ کے مطابق ہے روا مسلم
والترمذی وابن ماجہ وغیرہم عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ اذا سلم لم یقعد
الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال
والاکرام مگر ان ہی نمازوں میں ہے جن کے بعد سنن و نوافل ہیں جیسے ظہر و مغرب و
عشاء اور جن کے بعد سنن و نوافل نہیں ہیں جیسے فجر و عصر تو انہیں بعد سلام داہنے یا بائیں پھر کر
دیر تک بیٹھا رہنا اور طویل ادعیہ پڑھنا احادیث میں مذکور ہے روی الطبرانی فی الکبیر
من حدیث زمیل الجہنی قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی الصبح
وھو ثان رجلیہ یقول سبحان اللہ وبحمدہ واستغفر اللہ انہ کان توابا سبعین مرۃ ثم یقول سبعین
بسبعمائۃ الحدیث غرض سوال میں بعد سلام ثانی کا جو عمل مذکور ہے وہ بالکل مطابق سنت کے ہے
(۲) سنن و نوافل کے بعد التزام مذکور سے دعا مانگنا نہ کسی حدیث سے ثابت ہے
اور نہ فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے۔
(۳) جب یہ صورت دعا کی بعد سنن و نوافل بلا ثبوت ہے تو متولیان مسجد کا امام کو اس کے
عمل پر مجبور کرنا شریعت کے بالکل خلاف ہے اور موجب گناہ ہے کیونکہ غایت ما فی الباب
اگر اس صورت خاص کو مندوب و مستحب بھی مان لیا جائے پھر بھی تو اس پر اصرار کرنا گمراہی اور
ضلالت ہے روی البخاری ومسلم وابو داؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابن
مسعود رض قال لا یجعل احدکم للشیطان شیئا من صلوتہ یرے ان حقا علیہ
ان لا ینصرف الا عن یمینہ الخ کے تحت میں طیبی حاشیہ مشکوۃ میں لکھتے ہیں
فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب
منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتہی
واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

حررہ محمد یحیی۔ نائب مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ
مورخہ ۹ ستمبر سنہ ۲۲ء

المرمما اختوالفاضل المجیب۔ وصی الدین مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

اصاب من اجاب
الجواب حق والحق احق ان یتبع

ماجد علی مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ
عبدالحمید عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ

شاہجہاں پور

الجواب۔ (۱) فرض نماز کے بعد متصل ہی دعا مانگنا احادیث سے ثابت ہے ابو داؤد شریف میں ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا سلم (ای من الصلوٰۃ المکتوبۃ عون المعبود) قال اللھم انت السلام ومنک السلام الخ لیکن اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا کہ امام دعا مانگے اور مقتدی آمین کہیں کسی حدیث سے صراحتاً ثابت نہیں ہے مگر بدعت بھی نہیں کیونکہ جب فرض نماز کے بعد ہی دعا مانگنا ثابت ہوا اور جماعت سے فارغ ہوئے تو اجتماعی حیثیت خود بخود پیدا ہوگی۔ اس لئے نوافل وسنن کے بعد جماعت نہ ہونے کی وجہ سے دعا میں اجتماعی حیثیت نہیں پیدا ہو سکتی اور ہاتھ اٹھا کر فرض نماز کے بعد ہی دعا مانگنا ثابت ہے انہ قال مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ ثم یقول اللھم الخ (عمل الیوم واللیلۃ الحافظ ابی بکر احمد بن محمد بن اسحاق بن سنی)

الغرض فرضوں کے بعد متصل ہی اجتماعی حیثیت سے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا اشارۃً ثبوت ہے۔ لیکن نوافل وسنن کے بعد اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا ثابت نہیں ہے اگر کراہت علمی سے خالی ہو تو فی نفسہ مباح ہے۔ انفرادی حیثیت سے دعا مانگے تو بہتر ہے۔

(۲) ثابت نہیں ہے بلکہ صورت مسئولہ میں ناجائز اور بدعت ہے۔ اس قدر اصرار اور اجبار سے تو مستحب بھی مکروہ ہو جاتا ہے۔ کبیری۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کر سکتے۔ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولو یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال الخ (طیبی)

بہرحال صورت مسئولہ میں سنن ونوافل کے بعد اجتماعی حیثیت سے دعا مانگنا اور اس پر اصرار کرنا اور تارک پر جبر کرنا بدعت سیئہ اور ناجائز ہے۔ واللہ اعلم۔

احقر محمد عبدالغنی غفرلہ مدرس مدرسہ عربیہ معین الاسلام۔ شاہجہاں پور۔

اصاب من اجاب | الجواب صحیح | المجیب مصیب

بندہ محمد رفیع عفی عنہ | احقر محمد عبد اللہ عفی عنہ | محمد کفایت اللہ غفر لہ مدرس

مدرس مدرسہ عین العلم شاہجہانپور | مدرس مدرسہ جامع مسجد شاہجہانپور | مدرسہ جامع مسجد شاہجہانپور

حیدرآباد

الجواب اللھم الملھم للصواب (۱) یہ صورت موافق شریعت علی صاحبہا التحیۃ والسلام کے ہے درمختار میں ہے ویکرہ تاخیر السنۃ الا بقدر اللھم انت السلام الخ علامہ شامی فرماتے ہیں لما رواہ مسلم والترمذی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یقعد الا بقدر ما یقول اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔

(۲) التزام مذکورہ کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت نہ قوی سے ہے نہ ضعیف سے یہ امر محدثہ میں سے ہے۔

(۳) یہ جبر خلاف شریعت ہے تینوں مسئلوں میں ہمکو جناب مجیب صاحب سے پورا پورا اتفاق ہے احادیث وفقہ میں کہیں اس دعائے ثانیہ کا پتہ نہیں چلتا۔

وعلم الحق عند الملک الحق محمد اعزاز علی غفرلہ مقیم حیدرآباد دکن یوم الاحد [illegible]

الجواب صحیح | الجواب صحیح

عبد الفضل عفی عنہ مونگیری | محمد علی حیدرآبادی کان اللہ لہ

الجواب صحیح | الجواب صحیح

احقر محمد طیب عفا اللہ عنہ بن حضرت | بندہ سید عبد اللہ الیمنی الحنفی غفر لہ

مولانا محمد احمد مہتمم دار العلوم دیوبند ظلہ | مدرس مدرسہ دار العلوم بلدہ سرکار عالی

اصاب من اجاب۔ الاحقر الامین السیدین محمد مناظر احسن گیلانی

لکھنؤ

ھو الموفق (۱) فرض وسنت کے درمیان صرف دعائے مذکورہ کے بقدر فصل سنت کے موافق ہے کما فصل فی رد المحتار وغیرہ سفر السعادۃ

(۲) البتہ سنت ونوافل کے بعد التزام مذکور کے ساتھ بجماعت دعا مانگنا ثابت نہیں

(۳) ایسا کرنے پر متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور نہیں کرسکتے اور یہ مجبور کرنا انکا خلاف

قرون ثلثہ میں رواج نہ تھا اور نہ ائمہ مجتہدین کے وقت میں تو اس کا التزام بدعت ہوگا۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم واحکم۔

حررہ العبد الفقیر الاثیم المنیب الی ربہ الحکیم ومولاہ الحلیم

خادم العلماء والفقراء ابوالحامد محمد عبد المجید

الانصاری الحنفی القادری النظامی تجاوز اللہ عن سیاٰتہ وضاعف

لہ فی حسناتہ بطفیلہ علیہ السلام ۲۱ ۱۳۲۱ھ

لکھنؤ الجواب (۱) سنت کے موافق ہے۔

(۲) بعد سنت ونوافل کے بعد تمام مصلیوں کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت نہیں ملا اس کے ساتھ جس کے سبب بہت لوگوں کا حرج ہو اور قلب مکدر ہو مذموم ہے۔

(۳) جب فعل مذموم ہے تو مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ اگر مجبور کریں شریعت کے خلاف ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ حررہ العبد الضعیف محمد ضمیر الدین النعمانی اعظم گڈھی

من مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔ ۲۱۔ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

جواب صحیح ہے	میں بھی اس جواب کا موئد ہوں	جواب صحیح ہے
فضل الرحمان مدرس مدرسہ	محمد عبد المنان مدرس مدرسہ	سلیمان مدرس اول مدرسہ
عالیہ فرقانیہ لکھنؤ	عالیہ فرقانیہ لکھنؤ چوک	عالیہ فرقانیہ لکھنؤ

سلام الجواب (۱) بعد نماز فرض متصل سلام پھیرنے کے بعد جو ایک وقت دعا مانگی جاتی ہے یہ سنت کے موافق ہے اور یہی حدیث سے ثابت ہے۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور فی السوال کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت سنت الرسول سے ثابت نہیں ہے۔ اور نہ قرون ثلثہ میں اور نہ ائمہ مجتہدین کے وقت یہ التزام تھا۔

(۳) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور کے پابندی کے لیے فاتحہ شروع کرانا متولیان مسجد کو جائز نہیں ہے کہ وہ امام مسجد کو اس التزام پر مجبور کریں۔ اور اگر وہ مجبور کریں گے تو ان کا جبر شریعت کے خلاف ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

حررہ۔ عبد الحق عفا اللہ عنہ۔ ۲۔ صفر ۱۳۴۱ھ

بھوپال

(الجواب: اللہ ھادی الی صوب الصواب) بعد فراغ نماز فرض دعا مانگنا موافق سنت اور طریقہ مسلم امت مرحومہ کا ہے۔ اور بعد فراغ از سنن و نوافل دعا کا التزام کرنا کہ الفاتحہ کہہ کر بلند آواز سے دعا مانگنا اور سب مقتدیوں کا آمین کہنا یہ التزام ما لا یلزم احکام شرعیہ میں وارد نہیں بلکہ رد ہے بمطابق حدیث نبوی من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد ھذا واللہ اعلم۔ فقط مورخہ ۲۲ ربیع الاول ۱۳۴۱ھ

عبدالہادی خاں۔ مفتی ریاست بھوپال ۱۲۔ نومبر ۱۹۲۲ء

سرائے امیر

الجواب۔ جواب نمبر (۱) اس وقت جو دعا بعد نماز فرض متصل ہی مانگی جاتی ہے وہ طریقہ مسنون کے مطابق ہے۔

جواب نمبر (۲) سنن نوافل کے بعد خاص التزام مذکورہ کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت کسی متداول کتب سے ثابت نہیں ہوتا ہے

جواب نمبر (۳) جب التزام مذکور مخصوص کا ثبوت ہی نہیں ہو سکا تو اس پر جبر کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے اسلئے مصلیوں اور مجبرین کے یے لائق ہے کہ جناب امام صاحب کو دعائے مذکور بالا التزام مانگنے پر مجبور نہ کریں۔ کیونکہ یہ احداث فی الدین ہوگا اور احداث فی الدین ناجائز اور کسی امر ناجائز پر مجبور کرنا بھی ناجائز۔ فاتبعوا ما تبین من الرشد ولا تتبعوا السبل واللہ اعلم بالمخفی والمذکور۔ کلانہ بیدہ ازمۃ الامور۔

حررہ ابو حنیفہ محمد ضیاء الدین عظیم آبادی

مدرس مدرسہ عربیہ وقف الکتب صغری مرحومہ

الجواب صحیح محمد ابراہیم مدرس اول مدرسہ عربیہ سرائے میر شریف۔

منگیر

الجواب واللہ الموفق للصواب۔ (۱) بعد نماز فرض کے جو دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے۔

(۲) سنن و نوافل کے بعد اس خاص التزام کے ساتھ جو استفتاء میں مذکور ہے دعا مانگنے کا ثبوت حدیث و فقہ سے نہیں ہے۔

(۳) سنن و نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد

امام ان کو مجبور نہیں کر سکتے اور اگر مجبور کریں تو ان کا یہ جبر شریعت کے موافق نہیں فقط واللہ تعالیٰ اعلم

کتبہ العاصی عباد اللہ محمد عبد الشکور عافاہ مولاہ۔

۲۱ + الاجوبۃ کلہا صحیحۃ محمد علی قادری نقشبندی۔

بلگرام

الجواب۔ فرض نماز کے بعد دعا کرنے کے سوا دوسری دعا جو سوال میں درج ہے کتاب حدیث یا فقہ میں نظر سے نہیں گذری۔ بظاہر بدعت ہے اور اس کا التزام مذموم ہے۔ فقط

فقیر محمد احمد کان اللہ لہٗ + بقلم آل محمد بلگرامی

نواکھالی

(۱) الجواب۔ سوائے فجر و عصر کے اور فرضوں کے بعد اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یرجع السلام تبارکت ربنا وتعالیت یاذا الجلال والاکرام آنا ثابت ہے اور فاتحہ ثانیہ التزام مذکورہ کے ساتھ بدعت کی رسم ہے اجتناب واجب ہے +

(۲) نہیں ہے بلکہ التزام مذکورہ کے ساتھ بدعت کرنا جائز ہے۔

(۳) نہیں کر سکتے بدعت پر مجبور کرنا حرام ہے۔ یہ اجبار خلاف ہے احکام شرع کے یعنی یہ اجبار بدعت پر ہے شریعت کے موافق نہیں۔ اور یہ اجبار ناجائز ہے +

احقر محمد الرحمان عفی عنہ نائب صدر خلافت کمیٹی۔

وصدر جمعیۃ علماء و مدرس مدرسہ عربیہ (نواکھالی)

تھانہ بھون

الجواب۔ قال العلامۃ المحدث ولی اللہ فی حجۃ اللہ البالغۃ بعد شرح الاحادیث الواردۃ فی الدعاء بعد المکتوبۃ ما نصہ والاولی ان یاتی بالاذکار قبل الرواتب فانہ جاء فی بعض الاثار ما یدل علی ذلک نصا کقولہ من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجلیہ من صلوٰۃ المغرب والصبح لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ الخ وقول الراوی کان اذا سلم من صلوٰۃ یقول بصوتہ الاعلیٰ لا الہ الا اللہ الخ وفی بعضہا ما یدل ظاہرا کقولہ دبر کل صلوٰۃ ام کذا فی النفائس المرغوبۃ صفحہ ۵۲ وفیہ ایضا صفحہ ۱۱

قال في شرعة الاسلام ويغتنم اى المصلى الدعاء بعد المكتوبة اهـ وفي مفاتيح الجنان قوله بعد المكتوبة اى قبل السنة آه طريقه مسئوله جب تصريح فقہائے حنفیہ یہی ہے کہ جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں انمیں فرض کا سلام پھیرتے ہی مختصر دعا کر کے سنن رواتب میں مشغول ہوجائیں۔ اور سنتیں پڑھنے کے بعد ہر شخص اپنے اپنے کام میں لگے۔ اور جن فرضوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں سلام پھیر کر امام دائیں یا بائیں جانب کو منحرف ہو کر ادعیہ ماثورہ پڑھے پھر سب نمازی دعا کریں اور جو صورت فاتحہ ثانیہ کی سوال میں مذکور ہے یہ بدعت ہے اسکی کچھ اصل نہیں بالخصوص التزام اور اصرار کی وجہ سے بدعت میں داخل ہے۔ قال في السعاية فيه ان من اصر على امر مندوب وجعله عزما ولم يعمل بالرخصة فقد اصاب منه الشيطان من الاضلال فكيف بمن اصر على بدعة او منكر كذا في النفائس المرغوبة صفحہ ۳

پس متولیان مسجد کو اس طریقۂ بدعت پر ہرگز مجبور کرنا جائز نہیں اور یہ جبر اصل خلاف شریعت و اشاعت بدعت ہے۔ جس کا فاعل فوراً بوجہ ابتداع کے مستحق گناہ عظیم ہے

واللہ اعلم ۔ ۲۱ ۔ ذی الحجہ ۱۳۴۰ھ

حررہ ظفر احمد عفا عنہ ۔ از تھانہ بھون خانقاہ امدادیہ

گلاٹھی

الجواب ۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ وقولہ تعالیٰ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا وقال رسول اللہ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین۔ ان نصوص سے ہر امر میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اتباع و پیروی ہر مسلمان کے ذمہ لازم اور واجب معلوم ہوتی ہے۔ اور نیز یہ امر بھی واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ دین کامل کر دیا گیا۔ اور کوئی امر دین کا جس کا اظہار ضروری ہوا تھا نہیں رکھا گیا۔ منجملہ ان کے دعا بعد ہے کتب احادیث کی تتبع و مطالعہ سے یہ امر خوب ظاہر ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وتابعین وتبع تابعین وائمہ دین کا طریقہ در باب دعا

یہی رہا ہے کہ جن فرائض کے بعد سنت نہیں ہیں ان کے بعد متصلاً کبھی مختصراً اور کبھی کسی قدر طویل دعا مانگی جاوے اور جن فرائض کے بعد سنن و نوافل نہیں جیسے عصر و فجر ان کے بعد اوراد منقولہ پڑھکر طویل دعا مانگی جاوے۔ اور بعد سنن و نوافل پھر سب کا مجتمع ہوکر دعا مانگنا طریقہ سلف صالحین کا نہیں ہے بلکہ ان سنن و نوافل کے واسطے ارشاد نبوی گھر میں اور مکانوں پر پڑھنے کا ہے۔ پس جبکہ فرائض پڑھکر سنن اپنے اپنے گھر و منزل پر جاکر پڑھتے تھے تو سنن کے بعد پھر سب کا مجتمع ہوکر دعا مانگنا کہاں سے ثابت ہوگا۔ لہذا یہ طریقہ محدثہ اور بدعت ہوگا جس کا ترک واجب۔ بموجب فرمان من احدث فی امرنا ہذا ما لیس منہ فہو رد اور اس طریقہ محدثہ کا جاری کرنے والا مبتدع اور مردود۔ اس طریقہ کو روکنا اور رد کرنا ہر مسلمان کے ذمہ واجب ہے۔ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے من رای منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ وان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان ولیس وراء ذلک حبۃ خردل من ایمان۔ اور ایسے امور بدعیہ محدثہ میں امام کے امر کی اطاعت واجب نہیں لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق بلکہ طریقہ سنت پر عمل کرنا چاہیے جس کے اجر کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے من تمسک بسنتی عند فساد امتی فلہ اجر مائۃ شہید۔ فقط

حررہ محی الدین احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عربیہ
اسلامیہ گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر

الجواب صحیح
احمد بقلم خود
مدرس مدرسہ گلاؤٹھی

ہذا الجواب صحیح
احقر العباد عبدہ بشیر احمد غفرلہ مدرس مدرسہ
منبع الاسلام قصبہ گلاؤٹھی۔ ضلع بلند شہر

دربھنگہ

الجواب۔ (۱) سنت کے موافق ہے۔
(۲) ثابت نہیں ہے بلکہ بدعت ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے۔ من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ

او منکر۔ ملا علی قاری۔ وفی الشامی و سجدة الشکر مستحبة به یفتی لکنها تکره بعد الصلوٰة لان الجهلة یعتقدونها سنة او واجبة وکل مباح یؤدی الیه فمکروه الظاهر انها تحریمیة لانه یدخل فی الدین ما لیس منه طحطاوی۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کر سکتے بالکل موافق شریعت نہیں اور اگر امام پہ جبر کریں تو امام کو لازم ہے نہ مانے۔ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق۔ والله اعلم بالصواب

احقر عبد الحفیظ مفتی مدرسہ امدادیہ۔ دربھنگہ۔

احقر عبد الرحیم مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔

المجیب مصیب بندہ شفیع الدین عفی عنہ مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔

احقر محمد ایوب۔ غفر الله الذنوب مدرس مدرسہ امدادیہ دربھنگہ۔ دربھنگہ تاریخ ۸ محرم

رهتک

الجواب (۱) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا سنت کے موافق ہے۔ اور آثار سے ثابت ہے۔

(۲) نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ و دعا مانگنے کے لیے متولیان مسجد مجبور نہیں کر سکتے۔ اس کا ثبوت نہیں ہے۔ اور یہ جبر شرع کے موافق نہیں ہے فقط

کتبہ فقیر محمد عبد التواب۔ مدرس عربی۔ گورنمنٹ ہائی اسکول (رہتک)

الجواب صحیح	الجواب صحیح
محمد عبد السلام غفرلہٗ	محمد اسمٰعیل بقلم خود۔ مدرس اول مدرسہ
محلہ قلم رہتک	تعلیم الاسلام محلہ کوٹ چتیاں (رہتک)

ہاٹھزاری

جواب اول۔ بعد نماز فرض دعا مانگنا مستحب ہے کتب احادیث و فقہ سے اس کا ثبوت ہے۔ اگلے زمانہ سے لیکر فقہا و علما رکا آج عمل درآمد ہے۔ فی المشکوٰۃ عن ثوبان رض کان رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا انصرف من صلوٰة استغفر الله ثلثا وقال اللهم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام۔ رواہ مسلم۔

(۲) جواب دوم: سنن و نوافل کے بعد کسی خاص طریقہ سے دعا مانگنیکا ثبوت حدیث و سنت سے نہیں اور قرون ثلثہ میں اس کا رواج نہ تھا۔ بلکہ جو جس وقت فارغ ہوتا اگر چاہتا تو چلا جاتا۔ امام کیساتھ دعا میں شریک ہونے کا انتظار نہ کرتے پس سنن و نوافل پڑھکر امام کے ساتھ دعا میں شریک ہونے کے لئے بیٹھے رہنا اور اس کو ضروری سمجھنا اور اسپر التزام کرنا اور امام کو اگر کسیوقت ادائے سنن میں دیر لگجاوے تو اسپر اعتراض کرنا سب بیہودہ اور گمراہی ہے امور مباحہ بلکہ مستحبہ بھی التزام اور اصرار کی وجہ سے بدعت اور مکروہ بنجاتے ہیں کما فی شرح مشکوٰۃ للطیبی فیمن من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال صاحب مجمع تحریر فرماتے ہیں ان المندوب ینقلب مکروھا اذا خیف ان یرفع عن رتبتہ تنقیح فتاوے حامدیہ میں ہے کل مباح یؤدی الی اعتقاد الجہال سنیۃ امر او وجوبہ فھو مکروہ انتھی۔ سوال میں جو خاص طریقہ سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنے کا مذکور ہے بدعت ہے۔ شارع علیہ السلام سے اس کا ثبوت نہیں اس کا اہتمام کرنا ضلالت ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وایاکم ومحدثات الامور فان کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ۔

(۳) جواب سوم: سنن و نوافل کے بعد اسی خاص طریقہ سے جو سوال میں مذکور ہے فاتحہ شروع کرنے کے لیے متولیان مسجد امام کو مجبور کرنا ہرگز جائز نہیں اور نہ امام کو کرنا جائز ہے نہ جبرا نہ اختیارا اور اگر مجبور کریں تو یہ جبر شریعت کے ہرگز موافق نہیں۔ اور اس قسم کی فرمائش قبول کرنا امام کے فرائض امامت میں سے نہیں ہے۔ فقط

حررہ العاصی الراجی رحمۃ ربہ القوی محمد فیض اللہ عفی عنہ

الجواب صحیح
سعید احمد عفی عنہ مدرس درجہ حدیث

جواب درست
حبیب اللہ مہتمم مدرسہ معین الاسلام ہاٹہزاری

جواب صحیح
محمد ذاکر عفی عنہ مدرس مدرسہ معین الاسلام ہاٹہزاری

الجواب صحیح
بندہ مقبول احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ معین الاسلام چاٹگام

جواب درست
عبد الجلیل عفی عنہ مدرس مدرسہ [illegible] کور

الجواب صحیح	الجواب صحیح	الجواب صحیح
بندہ محمد فاضل الدین	بندہ ضمیر الدین احمد	احقر وصی الرحمان
عفی عنہ	عفی عنہ	عفی عنہ

ڈابھیل ضلع سورت

الجواب (۱) بعد نماز فرض مع سلام کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے۔ ترمذی شریف میں ہے ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ جوف اللیل الاخر و دبر الصلوٰت المکتوبات بخاری مسلم شریف ابو داؤد و نسائی میں ہے عن المغیرۃ بن شعبۃ قال ان رسول اللہ اذا فرغ من الصلوٰۃ و سلم قال لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک و لہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد ابو داؤد میں ہے وعن علی رضہ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم من الصلوٰۃ قال اللھم اغفرلی ما قدمت وما اخرت وما اسررت وما اعلنت وما اسرفت وما انت اعلم بہ منی انت المقدم والموخر لا الہ الا انت۔ وعن ثوبان ان النبی کان اذا اراد ان ینصرف من صلوٰۃ استغفر ثلث مرات ثم قال اللھم انت السلام الخ

(۲) سنن و نوافل کے بعد التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث و فقہ سے نہیں ہے اور فاتحہ کا التزام بھی ثابت نہیں محض ایک رسم ہے۔ یہ طریقہ نہ قرآن و احادیث سے ثابت ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فعل ہے نہ صحابہ رضہ اجمعین کا نہ تابعین و تبع تابعین کا نہ ائمہ مجتہدین کا یہ فعل ہے محض ایک رسم ہے بلکہ بدعت ہے اس طریقہ کو ترک کرنا لازم ہے فی الواقعات قراءۃ الفاتحۃ بعد المکتوبۃ لاجل المھمات وغیرھا مکروھۃ لانھا بدعۃ لم ینقل عن الصحابۃ رضہ والتابعین رح فتاوی عالمگیریہ میں ہے ما یفعل عقیب الصلوٰت مکروہ لان الجھال یعتقد ونہ سنۃ او واجبۃ الخ سنن و نوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد امام مسجد کو ہرگز ہرگز مجبور نہیں کر سکتے۔ اگر وہ مجبور کریں تو امام کو لازم ہے کہ ان کا مقتدی ہرگز ہرگز نہ بنے

اس کا ہم پلہ سنت ہے اور ایک بدعت کے ہمسر ہے قال النبی ؐ لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق قال النبی ؐ من ترک سنتی لم ینل شفاعتی هذا ما عندی واللہ اعلم

محمد احمد غفرلہ سورتی سملکی سابق مفتی سورتی جامع مسجد رنگون

الجواب صحیح هذا هو الحق عندی جواب مسطورہ بالا درست ہے

محمد امین عفی عنہ مدرس خادم الطلبہ **محمد صدیق** بڑودوی احقر الزمان **محمد عبد اللہ خان**

اسلم الدین کان اللہ ولوالدیہ کتبہ موصوفہ محمودی غفر اللہ الرحمان ... سلمہ

راندیر

الجواب (۱) فرائض کے متصل جو دعا مانگی جاتی ہے اس کا حکم احادیث میں ہے اور یہی دعا مستجاب اور اقرب الی الاجابت ہے اور طریقہ سنت ہے چنانچہ احادیث صریحہ صحیحہ سے ظاہر ہے۔ اور ماہرین احادیث پر پوشیدہ نہیں عن ثوبان ان النبی ؐ کان اذا اراد ان ینصرف من صلوته استغفر ثلث مرات ثم قال اللهم انت السلام ومنک السلام الخ رواه ابو داؤد فی سننه ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ ؐ جوف اللیل الآخر ودبر الصلوات المکتوبات الخ رواه الترمذی فی جامعه عن معاذ بن جبل ان النبی ؐ قال یا معاذ انی واللہ لاحبک فلا تدعن دبر کل صلوة ان تقول اللهم اعنی علی ذکرک وشکرک وحسن عبادتک ابو داؤد والنسائی۔ غرض بہت سی حدیثیں ہیں جن سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ دعا فرائض کے بعد ہو جو اقرب الی الاجابت اور مقبول اور طریقہ رسول ہے +

(۲) خاص التزام اور کیفیت و ہیئت مروجہ کے ساتھ سنن ونوافل کے بعد دعا مانگنے کا ثبوت کتب حدیث وفقہ میں نہیں بلکہ اس جیسی صورتوں پر فقہاء کرام نے بدعت ہونے کا حکم لگایا ہے کہ کسی امر مباح یا مستحب پر بوجہ التزام کیا جائے اور اس کے تارک پر لعنت ملامت کی جائے۔ اور اس کا فرائض سے بھی مرتبہ عملاً قولاً اعتقاداً بڑھا دیا جائے تو وہ مکروہ اور بدعت ہو جاتا ہے چنانچہ ماہر فقہ پر پوشیدہ نہیں +

(۳۵) جب یہ ثابت ہے کہ مذکورہ التزام کے ساتھ اور بہیئت مروجہ فاتحہ مذکورہ کا ثبوت
موجود نہیں۔ تو پھر ایک غیر مشروع امر کے واسطے امام کو مجبور کرنے کی شریعت کیونکر اجازت
دے گی امام خود مختار ہوتا ہے دعا مانگنے کا اسکو اختیار رہتا ہے جب وہ فرائض کے بعد
دعا کر چکا پھر اسپر جبر کرنا کہ نوافل کے بعد بھی مکرر دعا کرو ایک امر مباح کو واجب کر دینا
ہے۔ جو احداث فی الدین ہے قال اللہ تعالیٰ ام لھم شرکاء شرعوا لھم من الدین
مالم یأذن بہ اللہ الآیہ۔ متولیان مسجد کو انتظام مسجد میں دخل ضرور ہے لیکن نماز روزہ
احکام شرعیہ کی اصلاح اور انکی قطع و برید میں دخل نہیں ہے۔ انکو علماء دین پر چھوڑنا
چاہیئے جس طرح علماء حق فرمائیں اسپر عمل کرنا ضروری ہے واللہ اعلم بالصواب

کتبہ محمد مہدی حسن غفرلہ ۲۰ - دسمبر ۱۹۲۲ء راندیر۔ ضلع سورت

الجواب صحیح — الجواب صحیح

محمد حسین راندیری — ابراہیم عفی عنہ

راندیر ضلع سورت

الجواب - احادیث و فقہ سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ
قرون ثلثہ میں دعا کا یہ طریقہ تھا کہ سنتیں پڑھکر ساری جماعت
دعا مانگتی ہو اور جب اس پر قیود اور بڑھ جاویں کہ امام لوگوں کے فارغ ہونے تک انتظار
کرے اور پھر فاتحہ بلند آواز سے کہہ کر دعا شروع کرے تو اس کا طریقہ جدیدہ و محدثہ ہونا
اور بھی پختہ ہو جاتا ہے پھر اسپر اگر اس التزام کا لحاظ بھی کر لیا جائے جو بعض اطراف میں
مشاہد ہے کہ اس طریقہ دعا کو ضروری سمجھتے ہیں اور نہ کرنے والے کو ملامت کرتے
ہیں تو پھر اس کے بدعت ہونے میں کسی طرح کا شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ شریعت
مقدسہ کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی امر مباح یا مستحب کو بھی ضروری سمجھ لیا جائے اور اسپر
اصرار کیا جائے تو وہ بدعت ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے
کے بعد داہنی اور بائیں دونوں جانبوں کو مڑکر بیٹھتے تھے کبھی داہنی طرف کبھی بائیں طرف
حضرت عبداللہ بن مسعود رض فرماتے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص سیدھی جانب مڑنے کو ضروری
سمجھے تو اس نے اپنی نماز میں شیطان کا حصہ بھی بنا دیا۔ دیکھو سیدھی طرف مڑنا خود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے باوجود اس کے اسکو ضروری سمجھنے کو حضرت عبداللہ
ابن مسعود رضہ شیطان کا حصہ فرماتے ہیں۔ طیبی نے حاشیہ مشکوٰۃ میں اسی حدیث پر لکھا ہے
فیہ ان من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزماً ولم یعمل بالرخصة فقد اصاب منه
الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعة او منکر یعنی جبکہ ان امور
میں جو امر شرعاً استحباباً ثابت ہیں التزام کرنا اور ضروری سمجھنا ان امور کو ناجائز اور بدعت
بنا دیتا ہے۔ تو جن کا ثبوت ہی نہ ہو ان کا التزام اور اصرار اعلیٰ درجہ کی بدعت ہوگی اور
اس طریقہ دعا کا حدیث وفقہ میں کوئی ثبوت نہیں ہے من ادعی فعلیه البیان
بلکہ احادیث میں غور کرنے سے اس طریقہ کی نفی ثابت ہوتی ہے بوجہ اس کے کہ ابوداؤد اور
ترمذی میں مغیرہ بن شعبہ سے روایت ہے قال انه علیه السلام لا یصلی الامام
الی الموضع الذی یصلی فیه حتی یتحول او یذهب الی بیته فیتطوع ثم ای
هناك یعنی فی بیته لانه علیه السلام انما کان یصلی السنن فی بیته فی
صحیح مسلم وغیرہ سئلت عائشة رض عن رسول الله صلی الله علیه وسلم من
التطوع فقالت کان یصلی فی بیتی قبل الظهر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس
ثم یدخل فیصلی رکعتین الحدیث والاخبار فی ان الافضل فی التطوع ان
یصلی فی البیت کثیرة جداً لکن هذا اذا علم انه لا یشغله شاغل قال
فی الخلاصة الرجل اذا کان یصلی المغرب فی المسجد فاراد ان یصلی
رکعتین بعد ان خاف لو رجع الی بیته لشغله شئ یأتی بها فی المسجد
وان کان لا یخاف صلاها فی المنزل وکذا فی سائر السنن فانه لو صلی
الاربع قبل الجمعة فی البیت وصلی الجمعة فی الجامع یکون سنة۔ کبیری شرح
منیة للحلبی الدشانی صفحہ ۳۹۲۔ جلد اول میں ہے کہ ان الحسن من ذالك کله
تطوعه فی منزله لما فی سنن ابوداؤد باسناد صحیح صلوٰة المرء فی بیته افضل
من صلوته فی مسجدی هذا الا المکتوبة ولا التراویح۔ اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا مسجد میں پڑھنے سے افضل ہے۔ اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نمازوں کے بعد والی سنتیں بھی گھر میں تشریف لیجاکر پڑھتے تھے اور جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خود اسپر عمل تھا اور صحابۂ کرام کو بھی آپنے یہ فرمایا اور تعلیم کردی تھی کہ سنن ونوافل گھر میں پڑھنا افضل ہے تو ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام بھی سنتیں نفلیں اپنے گھروں میں جاکر پڑھتے ہوں گے۔ اور شاذ ونادر کوئی شخص مسجد میں سنتیں پڑھتا ہوگا۔ اور پھر کسی حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں سنتیں پڑھکر دعا کے لیے مسجد میں دوبارہ آکر جمع ہوتے ہوں۔ اور ظاہر نظر بھی اس دوبارہ جمع ہونیکو حرج عظیم اور مشکل سمجھتی ہے بہرحال جب روایتوں سے صراحتًا اور اشارتًا یہ بات ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنتیں مکان میں پڑھتے تھے تو سنتوں کے بعد پھر مسجد میں تشریف لانے اور دعا کرنے کا جو دعوی کرے اسکا ثبوت اس کے ذمہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرض کے بعد اللهم انت السلام الخ یا اس کے سوا اور دعا بھی مانگتے تھے جیسا کہ مسلم اور ترمذی میں روایت ہے عن عائشة رض قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم لم يقعد الا مقدار ما يقول اللهم انت السلام الخ وقول عائشة مقدار ما يقول الخ يفيد انه ليس المراد انه كان يقول ذالك بعينه بل كان يقعد زمانا يسع ذالك المقدار ونحو ذلك من القول تقريبا فلا ينافي ما في صحيحين عن المغيرة انه عليه السلام كان يقول في دبر كل مكتوبة لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد وكذا ما روى مسلم وغيره عن عبد الله بن زبير كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من صلوة قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون لان المقدار المذكور من حيث التقريب لا التحديد دون التحديد +

سنن ونوافل کے بعد جمع ہوکر جو دعا کرتے ہیں اس کا کوئی ثبوت نہیں۔ بلکہ یہ بدعت کے

بحر الرائق میں ہے کہ اذا دعا بالدعاء المأثورة جهرا ومعه القوم ايضا ليتعلموا
الدعاء لا بأس به واذا تعلموا حينئذ يكون جهر القوم بدعة كذا في البزازية
ابن مسعود کو جب خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب کے بیٹھا کرتی ہے اور ان میں ایک شخص کہتا ہے
کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو اور لوگ کہتے جاتے
ہیں تو آپ ان لوگوں کے پاس گئے جو لوگ کچھ کہتے تھے جب آپ نے سن لیا تو آپ کھڑے ہوگئے
اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں قسم ہے اس خدا کی کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے
کہ تم نہایت تاریک بدعت میں مبتلا ہو گئے یا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے بھی
علم میں بڑھ گئے یعنی یہ جو تم کرتے ہو یہ تو تاریک بدعت ہے۔ یا تم نے وہ بات پائی جو صحابہ رضی
اللہ عنہم کے ہاتھ نہ آئی خواہ بیخبری سے یا سستی سے۔ پس تم طریقہ عبادت کے علم میں غالب نکلے
دوسری صورت ناممکن ہے۔ پس پہلی ہی ثابت ہے۔ یعنی یہ کہ وہ کام بدعت سیئہ ہے
یہی بات ہر اس شخص کے بارے میں کہی جائے گی جو خالص عبادت بدنی کو اس طور سے کرے
کہ صحابہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں نہ تھا۔ جو چیز غیر ضروری شریعت ہے اس پر مداومت کرنا اسکو مکروہ
بنا دیتا ہے۔ اور یہ اسی قبیل سے ہے کہ اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں۔ جس چیز میں عوام کے
عقیدہ کا فساد لازم آوے یا فساد کا وہم بھی ہو اس شئی کو چھوڑ دینا چاہیئے۔ عام لوگ اس کو
ضروری سمجھتے ہیں منع کرنے والے کو حقارت سے دیکھتے ہیں سنن ونوافل کے بعد خاص التزام
کے ساتھ دعا مانگنا حدیث وفقہ سے نہیں ہے۔ اور متولیان مسجد امام مسجد کو مجبور نہیں کر سکتے
ہیں بلکہ امام صاحب کو چاہیئے کہ اس سے منع کرے۔ جیسا کہ بزازیہ میں ہے کہ واذا علم
لجماعتهم مبتدعا ارشدوه وان كان داعيا الى بدعة منعوه الخ وعلى العا
الاعلم من قاض او من اخرين عن الناس الى خلاف السنة او ظن منه ذالك
ان يعلم الناس بانه لا يجوز اتباعه ولا الاخذ عنه فيصير يخلط في اتباع
الحق بالطلق يعتقده العوام حقا اور متولیان مسجد کا جبر کرنا خلاف شریعت ہے
ایسی باتوں پر جبر نہیں کرنا چاہیئے۔ فقط ییسر الله تعالى من الدعاء والعمل ما يكون
موافقا لرضائه بلطفه وكرمه كتبه محمد اسماعيل غفر له الجليل كفليتري ثم الداجيلي

الجواب صحیح — الجواب صحیح — الجواب صحیح

بندہ سلیمان بن محمد کفسلیتوی — بندہ ابراہیم بن محمود کفسلیتوی — محمد سعید عثمانی غفرلہ

الجواب حق والحق احق ان یتبع — الجواب صحیح — الجواب صحیح

احقر ابراہیم محمد ڈابھیلوی — شرف الدین غفرلہ ڈابھیل سملک — العبد الاواہ رحمت اللہ غفرلہ مولاہ

من یجاب فقد اصاب فماذا بعد الحق الا الضلال

محمد حسین۔ راندیری۔ خادم مدرسہ محمدیہ (راندیر)

المجیب مصیب

محمد بن اسمٰعیل عفا اللہ عنہما ناظم مدرسہ انجمن اسلام کنتھور۔ ۱۵ ربیع الثانی سنہ [illegible] ہجری

الجواب صحیح — الجواب حق — الجواب صحیح

خاکسار احمد منشی عفی عنہ — بندہ سید محمد عفی عنہ ساکن نیسر گاؤں — نصر اللہ غفر اللہ مدرس مدرسہ فیض عام ٹنکاریہ

بندہ محمود عفی عنہ

الجواب صحیح محمد سلیمان بن نعیم ماڈول

راندیر

الجواب (۱) جو دعا کہ بعد نماز فرض متصل ایک وقت مانگی جاتی ہے وہ موافق سنت ہے۔ حدیث شریف میں کئی طریقوں سے آیا ہے ای الدعاء اسمع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جوف اللیل الاخر و دبر کل صلوات مکتوبات رواہ ترمذی۔ وعن ابی امامۃ رض انہ قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر کل صلوۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللھم اغفر لی ذنوبی وخطایای کلھا الخ اخرجہ ابن السنی فی عمل الیوم واللیلۃ۔ وعن ثوبان رض ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا اراد ان ینصرف من صلوتہ استغفر ثلث مرات ثم قال اللھم انت السلام الخ اخرجہ طبرانی من

روایت جعفر بن محمد الصادق قال الدعاء بعد المکتوبة افضل من الدعاء بعد النافلة کفضل المکتوبة علی النافلة انتہی کذا فی السعایة ان احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز کے بعد ذکر کرتے تھے اور دعا مانگتے تھے اسکے علاوہ بیشمار روایات کتب احادیث میں موجود ہیں۔ ہمنے صرف ان چند احادیث پر اکتفا کیا کہ طالب حق کے لیئے اسقدر بھی کافی ہے۔ ثبوت دعا بعد فرائض روایات فقہ سے ہے قال فی شرعة الاسلام ویغتنم ای المصلی الدعاء بعد المکتوبة انتہی شرعة الاسلام میں ہے کہ غنیمت سمجھے مصلی دعا کو بعد نماز فرض کے کان الدعاء بعد الصلوة المکتوبة مسنون وکذا رفع الیدین ومسح الوجه ۔ منهج العمال والعقائد السنیة حاصل کلام وخیر المرام اینکہ مذکورہ بالا عبارت سے صراحتاً ثابت ہوتا ہے کہ فرض نماز کے بعد امام اور مقتدی سب ملکر دعا مانگیں یعنے فرضوں کے بعد قبل سنتوں کے دعا مانگنا چاہیئے اور یہی طریقہ مسنون ہے ۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم

(۲) صورت مسئولہ میں سنن ونوافل کے بعد دعا اجتماعی احادیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے سلام لوگوں کے فارغ ہونے تک انکا انتظار کرے اور باواز بلند الفاتحہ کرکے دعا شروع کرے یہ بالکل محدثات میں سے ہے۔ اور شرع میں اسکی کوئی اصل نہیں۔ اس طریقہ کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو طعن وتشنیع کرنا جیسا کہ بعض لوگوں کا یہ اعتقاد ہے۔ اسکے بدعت ہونے میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے وعن عائشة رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام رواه ابن ماجة افضل صلوة المرء فی بیته الا المکتوبة رواه الترمذی والبخاری والمسلم وغیرهم وعن عبد الله بن مسعود الانصاری رض قال سألت رسول الله صلی الله علیه وسلم ایما افضل الصلوة فی البیت او الصلوة فی المسجد قال لان اصلی فی بیتی احب الی من ان اصلی فی المسجد الا ان تکون صلوة مکتوبة رواه ابن ماجة والترمذی وعن عبد الله بن شقیق قال سألت عائشة رض عن صلوة رسول الله صلی الله علیه وسلم فقالت کان یصلی فی بیتی

قبل الظهر اربعا ثم یخرج فیصلی بالناس الظہر ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یخرج فیصلی بالناس العصر ویصلی بالناس المغرب ثم یدخل فیصلی رکعتین ثم یصلی بالناس العشاء ویدخل فی بیتی فیصلی رکعتین الحدیث رواہ مسلم وابو داؤد والامام احمد مرقومۃ الصدر احادیث سے صاف واضح وظاہر ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سنن ونوافل مکان میں پڑھتے تھے۔ اور صحابہ کرامؓ بھی اسپر عمل مدام کرتے تھے۔ پس دعاء اجتماعی فرضوں کے بعد متصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور صحابہ کرام رضہ سے ثابت ہے۔ بعد سنن نوافل دعاء اجتماعی ثابت نہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رض سنن ونوافل مکان میں پڑھتے تھے پھر دعاء اجتماعی بعد سنن نوافل کے کیسے ثابت ہو سکتی ہے۔

(۳۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لئے متولیان مسجد امام کو مجبور نہیں کر سکتے ہیں۔ امام مسجد کو اس امر پر مجبور کرنا خلاف شرع ہے جو فعل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضہ سے ثابت نہو اسپر متولیان مسجد امام کو مجبور کرنے کے مستحق نہیں ہیں۔ فقط۔ واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب

کتبہ عبد من عباد اللہ الالطف۔ احقر احمد بن عابد اشرف عفی عنہ
الخادم لمدرسۃ الافریقیۃ العربیۃ الواقعۃ فی الراندیر سورت

ھذا ھو الحق والحق احق ان یتبع	الجواب صواب والمجیب مصاب
کتبہ القاضی رحمت اللہ عفی عنہ	عبد اللہ پرتالوی مدرسۃ اشرفیہ راندیر

الجواب صحیح خاکسار عبد اللہ غفر لہ از مدرسہ اشرفیہ راندیر۔

تراج ضلع سورت

الجواب۔ جس وقت جو طریقہ دعا مانگنے کا ہے وہ سنون ہے فرض نمازوں کے بعد دعا کا قبول ہونا احادیث سے صراحۃ ثابت ہے۔ قدیم طریقہ کا شرعاً کچھ ثبوت نہیں اس کا ترک ضروری ہے۔ اگر شبہ ہو کہ سنن ونوافل کے بعد جو دعا مانگی جاتی ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے کیونکہ دعا کا مانگنا شرعاً امر محمود ہے نیز اس طریقہ کو بدعت حسنہ میں داخل کر لیا جائے تو

پر شرعاً کوئی صورت ممانعت کی باقی نہیں رہتی۔ تو جواب یہ ہے کہ جو طریقہ خیر القرون میں نہیں تھا اس کا التزام کر لینا شرعاً غیر مستحسن ہے ظاہر ہے کہ اس طریقہ سے خیر القرون میں دعا نہیں مانگی جاتی تھی۔ شامی میں فتاوی بزازیہ سے منقول ہے ولا ینبغی ان یتکلف کالتزام مالم یکن فی الصدر الاول کل هذا التکلف نیز نفس دعا کی کوئی ممانعت نہیں کرتا، ما بینک امر مسمور وجہ ہے اس عمل کے ساتھ چند امور ایسے لگا دیئے ہیں کہ شرعاً ان کا کوئی ثبوت نہیں اسی امور درحقیقت وجہ ممانعت ہیں وہ امور مثلاً یہ ہیں:-

(۱) دعا کے ختم پر امام کا الفاتحہ یا سورۃ الفاتحہ کہنا۔

(۲) اس کے بعد خاص خاص سورتیں مقتدیوں کا پڑھنا۔

(۳) اس طریقہ پر اصرار کرنا۔

(۴) اگر اس طریقہ پر دعا مانگی جائے تو اس پر اعتراض کرنا وغیرہ وغیرہ۔

یہ امور ایسے ہیں کہ ان کی وجہ سے امر مستحب بھی شرعاً مکروہ اور قابل ترک ہو جاتا ہے اس کا بدعت حسنہ ہونا بھی مسلم نہیں۔ اگر بدعت حسنہ بھی مان لیا جائے تو ان امور مذکورہ کی وجہ سے امر مستحب بھی شرعاً مکروہ اور قابل ترک ہے اور اگر امور مذکورہ کو نظر انداز کر بھی دیا جائے تو بھی قابل ترک ہے کیونکہ مسنون طریقہ کے مقابلہ میں بدعت کوئی چیز نہیں گو بدعت حسنہ ہی کیوں نہ ہو عن الحسن بن ابی الحسن رحمهما الله ای البصری کما رواه عبد الرزاق عن معمر عن زید عن الحسن رح مرسلاً والدارمی عن طریق ابن مسعود رض موصولاً قال علیه الصلوٰة والسلام عمل قلیل فی سنة ای مصاحبا لها خیر من عمل کثیر فی بدعة ای من اصلها لان ذلك وان قل کثیر نفعه بل هو نفع کلها الی ان قال والحاصل ان الاقتصاد فی السنة افضل من الاجتهاد فی البدعة ولو کانت مستحسنة شفاء شرح جلد (۱) ۔ صفحہ (۲۱) ۔ شرعاً کوئی ثبوت نہیں نہ احادیث سے نہ فقہ سے نمبر ۲ نہیں کر سکتے اگر مجبور کریں تو وہ گنہگار ہوں گے۔

احقر علی محمد غفر اللہ احمد صدیقی تراجوی۔

مانڈلہ

الجواب۔ (۱) جو فرض نماز کے بعد دعا مانگی جاتی ہے وہ سنت کے موافق ہے جیسے کہ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۸ میں ہے۔ عن عائشۃ رض قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سلم لم یقعد الا مقدار ما یقول اللہم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام رواہ مسلم اور ایک روایت میں آپ سے پہلے تین دفعہ استغفار بھی ہے اور دوسری روایتوں میں اور دعائیں وغیرہ بھی ہیں۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد التزام مذکور کے ساتھ دعا مانگنے کا ثبوت حدیث وفقہ کی کتب معتبرہ سے کہیں نہیں پایا جاتا بلکہ اس کا خلاف پایا جاتا ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریف گھر میں جا کر سنن ونوافل پڑھنے کی تھی۔ پھر دعا مقتدیوں کے ساتھ کس طرح مانگیں گے۔ اور صحابہ کرام رض سے بھی اس طرح کا دعا مانگنا نہیں پایا جاتا۔

(۳) سنن اور نوافل کے بعد دعا مذکور کے لئے امام کو مجبور کرنے کا متولیان مسجد کو کوئی حق نہیں ہے ایسا کرنے سے یہ دعا مکروہ ہو جاوے گی اور متولی لوگ گنہگار ہو جائیں گے مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی کے مجموعہ فتاویٰ جلد دوم میں ہے کہ علماء نے تصریح اس امر کی کی ہے کہ جس مندوب پر اصرار مثل فرائض و واجبات کے کیا جاوے اور اس کے تارک پر ملامت کیجاوے وہ مکروہ ہو جاتا ہے جیسا کہ ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ وغیرہ میں لکھا ہے۔ پھر اس کے پیچھے سباحۃ الفکر سے لکھا ہے۔ فکم من مباح یصیر بالالتزام من غیر لزوم والتخصیص بغیر مخصص مکروھا کما صرح علی القاری فی شرح المشکوٰۃ والحصکفی فی الدر المختار وغیرھما اور شرح مشکوٰۃ ملا علی قاری میں ہے من اصر علی امر مندوب وجعلہ عزما ولم یعمل بالرخصۃ فقد اصاب منہ الشیطان من الاضلال فکیف من اصر علی بدعۃ او منکر انتھی

کتبہ احقر عباد اللہ ابو الحسن سید غلام علی عفا اللہ عنہ ودعاہ
مدرس مدرسہ محمدیہ مانڈلے برما

الجواب صحیح محمد عبد الرحمان عفا اللہ عنہ
محلہ چھوٹن شہر مانڈلے۔

الجواب صحیح — محمد یونس

الجواب صحیح — سید محمد حسین شاہ عفی اللہ عنہ

الہ آباد

الجواب وھو الموفق للصواب۔ صورت مسئولہ میں بعد سنن و نوافل کے اجتماعی حالت سے دعا مانگنے کا ثبوت کہیں حدیث شریف میں و کتب فقہ میں نظر سے نہیں گذرا بجز اس کے کہ بدعت حسنہ ہو۔ اور عام طور سے ممالک اسلامیہ میں اس کا عمل درآمد و رواج بھی نہیں ہے پس خواہ مخواہ باصرار تمام اس کے رواج دینے کے درپے نہ ہو۔ ہے البتہ بغیر التزام کے بطیب خاطر احیاناً اگر امام نے مقتدیوں کے ساتھ دعا کی تو کچھ مضائقہ بھی نہیں ہے۔ اما اگر جبراً رواج دیا جائے تو یہ فعل بصورت اکراہ جیسا بدعت مذمومہ ہو جائے گا۔ جیسا کہ نفل کی جماعت تداعی کیساتھ دواماً التزاماً مکروہ ہے حالانکہ نماز مکتوبہ میں جماعت سنت موکدہ بلکہ بعض فقہا کے نزدیک قریب واجب کے ہے۔ لیکن چونکہ نوافل میں جماعت کا رواج تداعی کے ساتھ زمانہ سلف قرون مشہود لہا بالخیر میں نہیں پایا گیا اس لیے فقہا کے نزدیک مکروہ قرار دیا گیا ہے۔ جیسا کہ شامی میں ہے قال فی تنویر الابصار فی تحت قول کراھۃ الاقتداء فی النفل علی سبیل التداعی وان کان علی سبیل المواظبۃ کان بدعۃ مکروھۃ لانہ خلاف المتوارث فقط واللہ اعلم بالصواب وعندہ ام الکتاب۔

نمقہ احقر خادم الفقراء ظہور حسام غفرلہ مفتی مدرسہ سبحانیہ الہ آباد صانہا اللہ تعالیٰ عن الشرور والفتن

(الجواب صحیح) کتبہ محمد عبد الکافی غفرلہ (اصم)

ڈھاکہ

الجواب (۱) یہی موافق سنت ہے کیونکہ اکثر شب ہو کر ادکم مشکوٰۃ ہی کیجئے (۲) حدیث اور فقہ سے اسکا کہیں ثبوت ہی نہیں ہے التزام تو دور ہے داہنے بائیں امام کا بعد سلام بیٹھنا باوجودیکہ اس کا ثبوت حدیث صحیح میں ہے باوجود اس کے اگر کوئی داہنے جانب بیٹھنے کو حق اور واجب سمجھے تو حظ شیطان کا ہو جاتا ہے تو جو نشست کہ اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے اس کا التزام کیسا ہوگا۔ سجدہ شکر ثابت ہے اور

مستحب ہے مگر فقہاء منع کرتے ہیں کہ اس کا التزام منجر الی فساد عقائد العوام ہوگا۔ لہذا اس خاص التزام کو بھی از روئے حدیث شریف و فقہ منزہ منع کیا جاوے گا و لوکرہ الکافرون (عینی البخاری صفحہ ۱۱۸) وکان انس رض ینفتل عن یمینہ وعن یسارہ ویعیب علی من یتوخی او من تعمد الانفتال عن یمینہ وفیہ ایضاً قال عبد اللہ لا یجعل احدکم للشیطان شیئاً من صلوتہ یری ان حقاً علیہ ان لا ینصرف الا عن یمینہ لقد رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کثیراً ینصرف عن یسارہ اھ وفی الدر المنتقی شرح الملتقی صفحہ ۱۶۰) ومایفعل عقیب الصلوٰۃ فمکروہ لان الجہلۃ یعتقد ونہا سنۃ او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ قالہ المصنف وغیرہ آہ

(۳) شرعاً مجبور نہیں کرسکتے اگر کریں تو امر خلاف شرع پر مجبور کرنا ہوگا جس کی مدد جابرین پر عائد ہے اور زمرۂ مبتدعین سے وہ اپنے کو شمار کریں۔ ہذا واللہ اعلم۔

کتبہ محمد اسحاق البردوانی المدرس الدینیات فی الکلیۃ الاسلامیۃ ببلکتہ ۲۵۔ ذیقعدہ یوم یکشنبہ

بجنور الجواب (۱) اس وقت جو بعد نماز فرض متصل ایک وقت دعا مانگی جاتی ہے وہ بالکل سنت کے موافق ہے۔ احادیث بکثرت اس پر شاہد ہیں۔

(۲) سنن ونوافل کے بعد خاص التزام مذکور کے ساتھ فاتحہ شروع کرانے کے لیے متولیان مسجد امام مسجد کو جبر و تعدی جو کرتے ہیں بیشک یہ جبر تعدی خلاف شریعت اور حرام ہے۔

(۳) اس التزام خاص کا ثبوت کہیں نہیں۔ واجب احتراز ہے

سراج احمد۔ صدر مدرس مدرسہ فیض عام سیوہارہ ضلع بجنور۔ ۲۱۔ ذیقعدہ

الجواب فرائض کے بعد دعا کا مانگنا سنت۔ سنن ونوافل کے بعد اس التزام سے کہ امام اور مقتدی ملکر ساتھ دعا مانگیں حدیث وفقہ سے ثابت نہیں۔ متولیان مسجد کا اس بدعت پر اصرار اور نمازیوں کو اس کی تعمیل پر مجبور کرنا شریعت کے مخالف ہے

خادم العلماء محمد رحیم اللہ

نگینہ ضلع بجنور

(۱) بعد نماز فرض متصل جو دعا مانگی جاتی ہے یہی سلف کا طریقہ ہے اور اسی پر اکتفا کرنا چاہئیے۔

(۲) اسی التزام کے ساتھ دعا سنن و نوافل کے بعد کرنا کہیں ثابت نہیں احداث فی الدین ہے اس سے اجتناب چاہئیے۔

(۳) ہرگز مجبور نہیں کرسکتے اور اگر بالفرض متولیان مسجد ایسا کریں۔ اور اس طرز جدید فاتحہ خوانی پر مجبور کریں تو یہ جبر خلاف شریعت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ العبد الضعیف **مشیت اللہ** عفا اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ نگینہ ضلع بجنور۔

میرٹھ

الجواب (۱) جو پہلا طریقہ تھا وہ بدعت ہے دوسرا طریقہ جو عالم صاحب نے دعا کا طریقہ کہا یہ سنت ہے کتب حدیث اور فقہ میں یہی طریقہ ہے اور اسی پر اہل علم کا تعامل ہے۔

(۲) سنن و نفل کے بعد التزام دعا جماعت کے ساتھ کرنا بدعت ہے۔ اور اس کا کہیں ثبوت نہیں جو لوگ خلاف شرع اہل بدعت کے طریقہ پر اماموں کو مجبور کرتے ہیں وہ گنہگار ہوں گے اور اگر متولی مسجد ایسے لوگوں کے کہنے سے امام کو خلاف شرع پر مجبور کرے گا تو گنہگار ہوگا۔ سنت کے خلاف بدعت کے طرز پر امام کو چلانے والا قیامت کو شفاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محروم ہوگا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

خادم الطلبہ **محمد مبارک حسین** مسعودی

مدرس اول مدرسہ دار السلام جامع مسجد شہر میرٹھ

الجواب (۱) ان فرضوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں حدیث میں صرف اللھم انت السلام الخ آیا ہے اور بعض احادیث میں لا الہ الا اللہ الخ آیا ہے دعا کے طور پر صرف اللھم انت السلام الخ آیا ہے لہٰذا یہ تو سنت ہے۔

(۲) سنن و نوافل کے بعد اس خاص التزام کے ساتھ دعا کا ثبوت حدیث و فقہ سے نہیں التزام ما لم یلزمہ الشرع (جس شے کو شریعت نے لازم نہیں کیا اس کو لازم کر لینا) منع

یہ التزام یقیناً بدعت ہے اور ایسے ہی الفاتحہ جو زور سے کہا جاتا ہے۔ بدعت ہے۔

(۳) جس چیز کا ثبوت مذہب میں نہ ہو اس پر مجبور کرنا جائز نہیں۔ لہذا متولیان مسجد کو جائز نہیں کہ امام مسجد کو خلاف شرع کرنے پر مجبور کریں۔ اور ان کا یہ جبر شریعت کے موافق نہیں۔ فقط واللہ اعلم۔

کتبہ کفایت اللہ غفر لہ گنگوہی

مدرس مدرسہ اسلامی امرود کوٹ میرٹھ۔

سلہٹ

جوابات۔ (۱) فرض نماز کے بعد دعا مانگنا ساتھ اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام کے موافق سنت ہے

(۲) اس التزام کیساتھ دعا مانگنے کا کوئی ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے۔

(۳) چونکہ اس قسم کی دعا مانگنے اور فاتحہ پڑھنے کا ثبوت حدیث وفقہ سے نہیں ہے اسلئے متولیان مسجد کا امام مسجد کو التزام مذکور کے ساتھ مجبور کرنا۔ امر مخالف شرع کا مرتکب ہونا ہے۔ اور احداث فی الدین میں کوشش کرنا ہے۔ والعیاذ باللہ منہ

العبد المجیب مجاہد الدین۔ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ

الاجوبۃ کلھا صحیحۃ لا ریب فیھا — الاجوبۃ کلھا صحیحۃ

محمد احمد عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ — محمد عرفان علی غفرلہ واللہ مدرس مدرسہ عالیہ سلہٹ

(۴) فرائض کے بعد سنن ونوافل کا پڑھنا ہی مسجد میں حضور اکرم صلعم کا معمول نہ تھا۔ اب انصاف آپ ہی فیصلہ کرلیں کہ دعا بطریق مذکور مسنون ہونے کی کیا صورت ہوسکتی ہے کیا تمام معمولی حضور صلعم کے شامل مجموعہ شریفیہ میں داخل ہو کر بطریق مذکور دعا کا معمول بنائے ہوئے تھے۔ اگر ایسا نہیں ہوسکتا تو مسنون بلکہ مشروع قرار دینے کے کیا صورت ہوسکتی۔

محمد شیر زماں مدرس مدرسہ عالیہ (سلہٹ)

(۱) بعد نماز فرض دعائے خاص مسنون ہے۔

(۲) اس طور پر لازم پکڑنا حدیث وفقہ سے ثابت نہیں ہے۔

(۳) مجبور کرنا فاتحہ کے لیے خلاف شریعت ہے۔

محمد ازران علی عفی عنہ مدرس مدرسہ عالیہ (سلہٹ)

قد حصحص الحق فی الجواب	الاجوبۃ الاجوبۃ
رئیس الدین احمد غفرلہ ولابویہ الصمد	واصف اللہ غفراللہ لہ ولابویہ احمد
الملقب فخر المحدثین المدرس فی المدرسۃ العالیۃ سلہٹ	مدرس المدرسۃ العالیہ سلہٹ

ریوارڈی

(۱) مخصوص دخصل سے فرض نماز کے بعد علی الاطلاق یعنے اکیلا نمازی ہو یا امام ومقتدی ہر دونوں ہوں دعا مانگنا احادیث کثیرہ سے جو کتب صحاح میں منقول ہیں ثابت ہے اور نیز بنابر قول ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آیۃ شریفہ فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب کا بھی یہی مدلول ومطلب ہے چنانچہ علامہ ابن جریر طبری نے اپنی تفسیر میں سند اصحیحہ تحدیث یوں نقل کیا ہے عن ابن عباس رض فاذا فرغت فانصب یقول فاذا فرغت مما فرض علیک من الصلوٰۃ فسل اللہ وارغب الیہ وانصب لہ صفحہ ۲ الجلد الثلثون۔ امام ومقتدیوں کا ملکر بلا التزام وجوب دعا مانگنا اس آیت سے مفہوم ہوتی ہے فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکروا اللہ الآیۃ اور نور الایضاح اور اسکی شرح امداد الفتاح میں جو مذہب حنفیہ کی مستند معتبر کتاب ہے امام وجماعت کا ملکر دعا مانگنا بصراحت موجود ہے چنانچہ یہ عبارت ہے۔ ثم بعد الفراغ من صلوٰۃ یدعو الامام لنفسہ وللمسلمین رافعی ایدیہم حذو الصدر وبطونہا مما یلی الوجہ بخشوع وسکون ثم یمسحون بہا وجوہہم فی اخرہ ای عند الفراغ من الدعاء کذا فی النفائس المرغوبۃ نقلا عن التحفۃ المرغوبۃ والسعایۃ بہرحال علما راحت کا دیار ہمارے دونوں صورتوں کے متعلق یعنی نماز فرض کے بعد سنن ونوافل سے پہلے اکیلے نمازی کا یا امام ومقتدیوں کے ملکر بلا التزام دعا مانگنے پر اجماع سکوتی ہے +

(۲) فرض نماز کی ادائیگی کے بعد متصل ہی بجائے ایک بار کے دو یا تین بار ہر بار میں الحمد للہ اور ثنا کر دعا مانگنا جیسا کہ اکثر مقامات پنجاب میں دیکھا گیا یا سنن ونوافل پڑھکر امام کے انتظار میں بیٹھے رہنا کہ تمام جماعت کی اکٹھے دعا مانگی جائے بالکل بے ثبوت ہے نہ کسی حدیث واثر میں اس کا ذکر ہے نہ کتب فقہ میں متقدمین ومتاخرین سے کسیکا قول مذکور ہے ایسے امر کا اہتمام کرنا مکروہ ہے بدعت ہے اسکو چھوڑ دینا اور ممکن ہو تو چھڑانا دونوں ضروری

ملتزم ہے۔ لہٰذا متولیان مسجد وغیرہ اہل محلہ والی دعا پر امام کو مجبور نہیں کر سکتے اگر وہ مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے کیونکہ مجبور کرنے کا انہیں شرعاً کوئی حق نہیں ہے۔

تنبیہ شاید کسی کو یہ بات جی میں کھٹکے اور کوئی اعتراض کرے کہ صدر اول میں اور فرض نماز کے بعد نوافل کی طرح جماعت سمیت دعا مانگنے کا طریقہ شائع ذائع نہ تھا لہٰذا تو اسے بھی بدعت قرار دیا جائے ورنہ اس پر قیاس کر کے سنن و نوافل کے بعد بھی سب کا اجتماعی طور سے دعا مانگنا کم از کم جائز تو قرار دیا جائے۔ اس کے مختصراً ذیل کے جوابات ہیں

(۱) احادیث میں ایسے الفاظ موجود ہیں جن کا مدلول و مقتضی یہی ہے کہ فرض نماز کے بعد اور سنن و نوافل سے پہلے دعا مانگی جائے مثلاً مسلم کی روایت میں ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. کان اذا فرغ من الصلوٰۃ وسلم قال لا الٰہ الا اللہ الخ ترجمہ جب نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے لا الٰہ الا اللہ الخ اس کے علاوہ اور حدیثی کتب میں موجود ہیں جن میں۔ دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ وغیرہ ایسے ایسے الفاظ ہیں جن سے یہی ثابت ہوتا ہے جو مسلم کی روایت کا مضمون ہے

(۲) فرض نماز کی ادائیگی شارع علیہ السلام نے جماعت کیساتھ مسجد میں قرار دی ہے اور سنن و نوافل کی ادائیگی مساجد میں تو خارجی مشاغل کے حوائج کے سبب مرخص ہے ورنہ گھر میں ان کا پڑھنا آنحضرت صلعم کا محبوب و مسنون طریقہ ہے جیسا کہ یہ دعویٰ احادیث نبویہ قولی و فعلی سے اور تصریحات فقہیہ سے مدلل و مبرہن ہے پہلا جبکہ ان سنتوں کا بھی مساجد میں التزام ہو جماعت کے ساتھ تابع نہیں فرداً فرداً پڑھنا مقصود ہے بلکہ اپنے اپنے گھر میں اولیٰ و افضل ہے تو ان کے توابعات اختیاریہ دعا وغیرہ کا بہیئت اجتماعی لزوم و دوام کیسے جائز و مستحسن ہو خلاصہ یہ کہ جماعت والی نماز فرض کے بعد کی دعا پر سنن و نوافل کے بعد کی دعا کو قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے جو شرعاً و عقلاً جائز نہیں۔

(۳) بیشک یہ تسلیم ہے کہ جماعت والی فرض نماز کے بعد کی دعا پر صدر اول میں آج کل کا سا دوام و التزام کہیں نہ تھا لیکن چونکہ یہ صدر اول میں ثابت ہے اور موجودہ طریقہ دوام کو واجب و ضروری نہیں سمجھا جاتا اور نوافل کا سا حال ہے اگر کوئی بغیر دعا مانگے چلا جاتا ہے تو اعتراض نہیں کیا جاتا اور اس کے

حکم پہلی وعن نہیں ہوتا۔ بخلاف سنن ونوافل کے بعد والی دعا کے کہ اسکو اتنا لازم و ضروری سمجھا ہوا ہے
کہ اسکے تارکین پر سنت و ملامت کیجاتی ہے حالانکہ حیثیت کے ثبوت بھی ہے چونکہ بلا ثبوت شرعی
کسی بات کو ضروری یا جائز و فرض عمل کی طرح واجب کا سا دوام التزام ہی بدعت ہے لہذا پہلا طریقہ مستحب
و مستحسن ہے اور دوسرا طریقہ دعا واجب الترک بدعت ہے وهذا هو الفرق بينهما والله اعلم وعلمه اتم

حررہ السید العبد المسکین عبد الرحیم بقلم خود۔ ریواڑی۔ مورخہ ۱۲۔ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ

ترچناپلی

الجواب - (۱) دینا معلوم کے تعامل کے مطابق ہر ایک ملک میں جدا جدا طور اہل سکتا ہے کیسی ہی قبول ہیں و غیرہ فی المنیۃ یعنی تحویلہ یمینا
وشمالا واماما وخلفا وذهابه لبيته واستقبال الناس بوجهه ولو دون
عشرة ما لم يكن بحذائه مصل ولو بعيدا على المذهب (اينم) قوله ويحول
الضمير للمنصوب للامام لكن التخيير الذي في المنية هو انه ان كان في صلوة
لا تطوع بعدها فان شاء انحرف عن يمينه او يساره او ذهب الى حوائجه او استقبل
الناس بوجهه وان كان بعدها تطوع قام يصليه يتقدم او يتأخر او ينحرف
يمينا او شمالا او يذهب الى بيته فيتطوع ثمه (ايضا) كذا في الدر المختار ورد المحتار كى
عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خطیب کو اختیار ہے کہ بعد نماز فرض شمال یا جنوب کی طرف
یا آگے پیچھے کی طرف منہ کرکے اللهم انت السلام الخ پڑھے یا گھر جاکر نماز ادا کرے
لہذا نماز سنت یا نفل پڑھنے کے بعد بیٹھکر جماعت کے ساتھ دعا مانگنے کو ضروری کرنا شرعا
درست نہیں۔ بعد نماز فرض کے متصل امام کو یا منفرد کا اللهم انت السلام الخ اور کوئی دعا
پڑھنا یا اس قدر تک خاموش رہ کر سنت یا نفل پڑھنے کے لیے اٹھ کھڑا ہونا مستحب ہے۔

(۲) حدیث و فقہ سے ثبوت نہیں۔

(۳) متولیان مسجد کا امام مسجد کو مجبور کرنا شریعت میں جائز نہیں ہے فقط واللہ اعلم

شیخ ابراہیم سکرٹری مجلس العلماء ترچناپلی

الرد المکاتی مجلس العلماء ترچناپلی

مکۂ معظمہ کا

فتویٰ حضرت مفتی مکہ معظمہ قاضی القضاۃ مولانا عبداللہ بن عبدالرحمن سراج الحنفی رحمہم

استفتا

ما قولكم دام فضلكم فيما اعتاده الناس
في بعض الاقطار من مواظبة الامام
الموظف بالمسجد ومقتديه على قراءة
هذا الدعاء (اللهم انت السلام الخ) بعد
الفراغ من الصلوٰة المفروضة متصلًا
ثم بعد الفراغ من فعل السنن والنوافل
يدعو عقب الفاتحة جهرًا بها مرة ثانية
والمقتدون يؤمنون على ذالك وقد جرى
العمل عندهم على سبيل الدوام والالتزام حتى
ان بعض العوام اعتقدوا ان هذا ضروري
واجب حيث انهم لما وجدوا اماما غير الامام
عن ذالك باشتغاله بتطويل السنن و
النوافل اعترضوا عليه قائلين انا
منتظرون الدعاء وهو يطيل صلوٰة
فهل هذا العمل المذكور موافق للسنة
وثابت بالاحاديث الصحيحة والروايات
المعتبرة ام لا وهل يجوز للمتولي
اجبار الامام الموظف المذكور
على ترويج هذا الدعاء المذكور

ترجمہ

علمائے کرام! آپ کیا فرماتے ہیں اس مسئلے
آپ کا فیض ہمیشہ جاری رہے بیچ اس کے
کہ بعض جگہوں میں یہ رواج پڑا ہوا ہے کہ
(پہلے) فرض نمازوں سے فارغ ہوتے
بمتصل یہ دعا اللهم انت السلام الامام مع مقتدیوں
کے پڑھتا ہے۔ پھر دوبارہ وہی امام سنت اور
نفل پڑھنے کے بعد زور سے الفاتحہ کہہ کر دعا
مانگتا ہے اور مقتدی اس پر آمین آمین کہتے
ہیں۔ ان لوگوں کا عمل ہمیشہ اور بر
بلا پابندی کے ساتھ جاری ہے یہاں تک کہ بعض
عوام نے اس فعل کو ضروری اعتقاد کر لیا ہے اس طرح کہ یہ
لوگ جب امام کو دیکھتے ہیں کہ وہ سنت اور نفل نماز میں
بجائے کہ دعا مانگنے میں دیر کرتا ہے تو پھر اعتراض
کرتے ہوئے کہتے ہیں ہم دعا کیلئے منتظر بیٹھے ہیں اور
اپنی نماز کو لمبی کرتا ہے پس ارشاد ہو کہ آیا یہ عمل کہ
عمل دوبارہ دعا سنت کے موافق ہے؟ اور آیا صحیح
حدیثوں اور معتبر روایتوں سے ثابت ہے؟ یا نہیں
اور آیا مسجد کے متولی کو یہ جائز ہے کہ وہ مسجد
کے مقرر امام کو اس ذکر کی ہوئی

بعد السلام والنوافل على سبيل الالتزام ويكون اجباره على ذلك موافقا للشرع ام لا۔ افيدونا مفصلا توجروا۔

الجواب

لم ترد السنة بذلك ولا رواية في ذلك ولا يجوز للمتولي اجبار الامام على ذلك لانه غير موافق للشرع والحال ما ذكر والله اعلم امر برقمه خادم الشريعة والمنهاج عبد الله بن عبد الرحمن سراج الحنفي قاضي القضاة ومفتي الاقطار العربية بمكة المحمية كان الله لهما حامدا مصليا مسلما



پہلی دعا کے رواج دینے پر مجبور کرسکتا ہے کہ پابندی کیساتھ سنت اور نفل نمازوں کے بعد بھی بالجہر اور آیا یہ مجبور کرنا شرع شریف کیموافق ہوگا یا نہیں مفصل اس کا حکم ارشاد فرمائیے اللہ تعالی آپکو اجر عطا فرمائیگا

جواب

یہ ایسے سنن اور نوافل کے بعد دوسرے الفاتحہ کہہ کر امام کا دعا مانگنا اور اس کے ساتھ مقتدیوں کا آمین آمین کہنا) سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں (کہیں) وارد نہیں ہوا اور اس کے ثبوت میں (فقہاء کی) کوئی روایت (بھی) نہیں ہے۔ اور (مسجد کے) متولی کو جائز نہیں ہے کہ امام کو اس دعا پڑھنے پر مجبور کرے اس لئے کہ یہ دعا شرع شریف کیموافق نہیں ہے اور حال وہی ہے جو ذکر کیا گیا واللہ اعلم۔

خادم الشریعۃ والمنہاج عبداللہ بن عبدالرحمن سراج الحنفی قاضی القضاۃ ومفتی الاقطار العربیہ مکہ معظمہ میں اللہ تعالی کی حمد کرتا ہوں اور صلوۃ وسلام بھیجتا ہوں۔



فتوے دار الافتاء سورتی سنی جامع مسجد رنگون

سوال۔ نماز فرض منہ کے بعد دونوں کا

اللہم آمین کہکر پکارنا اس کلام کو سنکر مقتدی اور امام ملکر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا یہ طریقہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے یا نہیں۔ اگر ثابت ہو تو قرآن و حدیث کے دلیل سے حوالہ قلم کریں۔

الجواب۔ چونکہ امام اور مقتدیوں کا بعد فرض متصل قبل شروع سنن فرائض کے بعد جن کے آخر سنن ہیں اور جن کے آخر سنن نہیں خلاف فجر و عصر بنا فرمانا شد شاکر دعا مانگنا حدیث قولی ای الدعاء اسمع قال جوف الليل الآخر و دبر الصلوات المكتوبة ترمذی۔ اما احادیث فعلیہ فمنہا عن المغيرة بن شعبة قال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا فرغ من الصلوة وسلم قال لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير اللهم لا مانع لما اعطيت ولا معطي لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد۔ ولفظ البخاری في كتاب الاعتصام كان يقول هذه الكلمات دبر كل صلوة ولفظ البخاری في كتاب الصلوة دبر كل صلوة مكتوبة۔ وعن الاسود العامری عن ابيه قال صليت مع النبی صلى الله عليه وسلم الفجر فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا الحديث ابن ابی شيبة وعمل اليوم والليلة۔ وروى الترمذی وقال صحيح غريب والحاكم في المستدرك من حديث ابن عمر كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه۔ سعايه۔ وروينا في مسند الامام احمد وسنن ابن ماجه وكتاب ابن السنی عن ام سلمة رضی الله تعالى عنها۔ قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى الصبح قال اللهم انی اسألك علما نافعا وعملا متقبلا ورزقا طيبا كتاب الاذكار للنووی۔ وعن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلى الله عليه وسلم قال من قال قبل ان ينصرف ويثنی رجليه من صلوة المغرب والصبح لا اله الا الله الخ [illegible] فتبيه مثل سعايه وتحفہ مرغوبہ میں ہے ثم يدعو بعد الفراغ من الصلوة يدعو الامام لنفسه وللمسلمين رافعی ايديهم حذو الصدور وبطونهما مما يلی الوجه بخشوع وسكون ثم يمسحون بها وجوههم في آخره ای عند الفراغ من الدعاء۔ سے ثابت ہے اسلئے امام کا اپنے لیے دعا کے

اثر دعا ثانیہ پر کلام موذن نہیں بلکہ اس کا اٹھانا اس لئے کہ احادیث صحیحہ اور روایات فقہیہ سے
دعا کا کیا جانا ایک ثابت شدہ امر ہے اسکی تعمیل میں امام رفع ید کرتا ہی باقی رہا سوال میں جو طریقہ موذن
کا اللہم آمین کہنے کا بعد امام کا اتھ اٹھانا ظاہر کیا ہے۔ مشاہدہ اسکے خلاف ہے بلکہ امام کے اتھ اٹھانے
کے بعد موذن بعض بلحاظ سلام و اطلاع مقتدین۔ اللہم آمین کہتا ہے اور بس فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم

کتبہ محمد تبع الہدیٰ۔ اسماعیل بن محمد بسم اللہ حفظہما من کل بلیۃ مگون

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ امام بعد نماز سنن و نوافل
کے بلاقید جہر و پابندی و بلاقید جماعت اگر دعا مانگے اور حاضرین مقتدیوں میں سے
اتھا دعا کا آمین کہیں۔ ایسی حالت میں دعا مانگنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا

الجواب ۔ صورت بیان چونکہ عوام اور جہلا کی حالت اس قسم کی ہو گئی ہے اور رسائل کا سوال کی
اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں یہ کمال کیا ہے اور دو جگہ لفظ بلاقید ثبت کیا۔ اور متصل ہی۔ حاضرین
مقتدیوں میں سے الفاظ الفاظ میں سب کچھ تسلیم کر لیا۔ فہم شرط ہے) کہ انہوں نے امام کے سنن و
نوافل سے فراغت کے بعد نماز ثانیہ کو مع امام ایک امر ضروری اور لازمی سمجھ رکھا ہے اسلئے کسی ایسے
شخص کا جو کہ عوام میں مقتدا اور امام سمجھا جاتا ہو جس کے فعل یا وہ عمل کو لوگ مستند سمجھتے ہوں مجمع عوام
میں دعا ثانیہ کرنا اور لوگوں کا اسکے ہمراہ آمین آمین کہنا بوجہ عوام کے اس خیال کو پختہ کرنے اور
اعتقاد میں فتور کا باعث ہونیکے اس کے جائز کہنے میں کوئی شخص اقدام نہیں کرے گا وھذا
کلہ انما فیما فعلہ بحضرۃ الناس وحیث یمکن الاقتداء بالفاعل الخ للواقعات
صفحہ ۲۹۱ جلد اول۔ بلکہ حسب تصریح فقہاء احناف کار مستحب بھی مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے
جبکہ عوام کے سامنے ہونیکے باعث موجب فساد عقیدہ ہو۔ شامی جلد اول صفحہ ۱۰۴۸ مع در مختار مصری
وسجدۃ الشکر مستحبۃ بہ یفتی لکنہا تکرہ بعد الصلوٰۃ لان الجہلۃ یعتقدون انہا سنۃ
او واجبۃ وکل مباح یؤدی الیہ فمکروہ۔ قولہ فمکروہ الظاہر انہا تحریمیۃ
لانہ یدخل فی الدین ما لیس منہ الخ یعنی باوجودیکہ سجدہ شکر مطابق قول مفتی بہ مستحب ہے
پھر بھی بخیال عوام بعد نماز سجدہ کو مکروہ کہا ہے۔ نیز اس قاعدہ نے بتلا دیا کہ ہر مباح کہ مؤدی فساد
اعتقاد عوام ہو وہ مباح بجائے مباح کے مکروہ تحریمی ہو جاتا ہے۔ پس کیا حال ہو گا اس امر کا کہ

مروجہ کا جو کہ نہ واجب نہ سنت نہ مستحب۔ اسلئے کہ مستحب بقول صاحب درمختار و شامی۔ وہ ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کیا ہو۔ یا رغبت دلائی ہو۔ یا سلف صالحین نے اسکو پسند کیا ہو۔ وہاں ہو ما فعله النبی صلی الله علیه وسلم مرة وترکه اخری وما احبه السلف الی قوله وهو ما یرد علیه مارغب فیه علیه السلام ولم یفعله فالاولی ما فی التحریر ان ما واظب علیه مع ترک ما بلا عذر سنة وما لم یواظب علیه مندوب مستحب ان لم یفعله بعد ما رغب فیه اھ بحر شامی مع در مختار صفحہ ۳۱۰ جلد اول۔ اور ظاہر ہے کہ اس طرح دعا ثانی کو نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور نہ اسپر رغبت دلائی اور نہ سلف صالحین سے اس کا استحباب منقول ہے اور رہا صرف فقہاء کا عدم نقل کو موضع استدلال میں پیش کرنا ذائع و شائع۔ ومنها ان الصحابة والتابعين ومن بعدهم من الائمة المجتهدين لم ينقل عنهم هاتان الصلوتان فلو كانتا مشروعتين لما فاتتا عن السلف اھ کبیری صفحہ ۳۱۸۔

مع ہذا اسپر وہ شور و شر اور صرف جو کہ علماء کو چھوڑ عوام الناس سے مطبوعہ فارموں پر دستخط لیے جاتے ہوں۔ اسپر اگر کیسے منہ سے اتنا نکل جائے کہ بھائی اس کا کہیں ثبوت بھی ہے۔ اور ہندوستان کے ان شہروں میں جن کا شمار مرکز علوم دینیہ میں ہوتا ہے اسپر علماء بھی ہوتا ہے۔ تو فوراً ایسے سائل کو وہابی کا تمغہ دیا جاتا ہے۔ اور اماموں کی امامت کے قابلیت کا معیار اسی دعا ثانی کو بنا لیا گیا ہو خواہ مسائل ضروریہ سے نابلد محض ہی کیوں نہ ہو۔ اور تارک فرائض و واجبات سے یہ بھی دریافت نہ کیا جاتا ہو کہ تیرے منہ میں کے دانت ہیں اور اس دعا ثانی کے تارک کو وہ لعن طعن کیا جاتا ہو کہ الامان والحفیظ ایسی حالت میں ہر وہ شخص کہ جس میں سلامت طبع اور اصابت رائے کی ادنیٰ بھی بو ہوگی۔ وہ اس دعا ثانی رسمی کو حسب قواعد فقہاء امت مکروہ کہنے میں ہرگز تردد تامل نہ کرے گا۔ فقط واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اتم۔

کتبہ احقر الوریٰ۔ اسمٰعیل بن محمد بسم اللہ عفی عنہ

سورتی سُنّی مسجد رنگون

۱۶- نومبر ۱۹۲۸ء

الصّحائف المرفوعہ

فی جواب

اللطائف المطبوعہ

از حضرت علامہ مولانا المولوی المفتی محمد کفایت اللہ صاحب
الشاہجہان پوری ثم الدہلوی

میر محمد، کتب خانہ آرام باغ کراچی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُهٗ اللّٰهَ الْعَلِيَّ الْعَظِيْمَ

وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

امابعد نفائس مرغوبہ کے طبع ثانی کے وقت بعض احباب دکمن نے میرے پاس ایک رسالہ بھیجا جس کا نام اللطائف المطبوعہ علی جواب النفائس المرغوبہ ہے یہ رسالہ جناب مولانا مولوی مفتی عبدالباری صاحب مرحوم ومغفور کی جانب منسوب ہے مگر اسکی صورت یہ ہے کہ مولوی محمد یعقوب صاحب نے حضرت مولانا عبدالباری صاحب مرحوم کے انتقال کے بعد ان کے مسودات میں سے کچھ تحریرات نکالیں اور خود انہیں ترتیب دے کر لطائف مطبوعہ کے نام سے رسالہ بنا کر شائع کر دیا۔ میرا خیال ہے کہ اگر مولانا عبدالباری صاحب مرحوم زندہ ہوتے تو وہ اسکو اس صورت میں شائع کرنا ہرگز پسند نہ فرماتے۔ کیونکہ اسکی موجودہ ترتیب اور صورت اُن کے مرتبہ علم اور ثقاہت کے خلاف ہے۔

بہرحال اب کہ رسالہ اُن کے بعد اُن کے نام سے شائع کر دیا گیا؛ ورنا واقف حضرات کے لئے ایک اشتباہ کا موقعہ پیدا ہو گیا کہ یہ مولانا مرحوم کے خیالات ہیں اس لئے رفع اشتباہ کے لئے ضروری معلوم ہوا کہ رسالہ کے مضامین کا مختصر جواب بھی شائع کر دیا جائے۔ تاکہ طالبین حق کے لئے چراغ ہدایت کا کام دے اور جو اشتباہ کہ پیدا ہو گیا ہے وہ رفع ہو جائے وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ

عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيْبُ

خاکسار محمد کفایت اللہ غفرلہ
شعبان المعظم [illegible]

واضح ہو کہ اصل مسئلہ جو زیر غور ہے وہ یہ ہے کہ بعض اطراف ہندوستان میں معمول ہے کہ جن فرائض کے بعد سنتیں ہیں ان کے سلام کے بعد امام اور مقتدی اللھم انت السلام کے علاوہ بھی ایک مختصر ماثور دعائیں ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں اور دعا سے فارغ ہو کر سنتیں نفلیں پڑھتے ہیں پھر ہر شخص اپنی اپنی دعائیں مانگتا ہے اور اٹھ کر چلا جاتا ہے کوئی پہلے کوئی پیچھے یعنی سنن و نوافل سے فارغ ہونے کے بعد سب اجتماعی طور پر دعا مانگنے کے لئے انتظار نہیں کرتے۔

اس کے خلاف بعض مقامات (مثلاً برہما، گجرات وغیرہ) میں یہ رواج ہے کہ فرض نماز کے سلام کے بعد امام و مقتدی صرف اللھم انت السلام الخ پڑھتے ہوئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور سنتیں نفلیں پڑھ کر امام اور مقتدی سب مل کر دعا مانگتے ہیں۔ اور اس رواج کی بھی مختلف مقامات میں مختلف صورتیں ہیں

کسی جگہ تو اللھم انت السلام الخ پڑھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں اور کہیں نہیں اٹھاتے اور کسی جگہ سنن و نوافل کے بعد امام زور سے الفاتحہ کہہ کر صرف ایک بار مقتدیوں کے ساتھ دعا مانگتا ہے۔

اور کسی جگہ ایک بار دعا ختم کر کے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر دوسری بار الفاتحہ کہہ کر دعا مانگی جاتی ہے۔

اور کسی جگہ دوسری دعا ختم کر کے اور منہ پر ہاتھ پھیر کر پھر تیسری مرتبہ امام الفاتحہ کہہ کر دعا مانگتا ہے۔

پھر سنن و نوافل کے بعد اس مروج دعا کو اس قدر ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اگر کوئی امام سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنے کے لئے نہ بیٹھے اور پہلے ہی اٹھ کر چلا جائے یا جلد تو نہ

مگر دعا مانگے تو امام کو بُرا بھلا کہنا، امامت سے معزول کر دینا اور ایک جھگڑا فساد برپا کر دینا۔ مسلمانوں میں نا اتفاقی اور پھوٹ ڈال دینا جس کو شتم کرنا۔ یہ معمولی باتیں ہیں جو پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور سینکڑوں مثالیں اس کی موجود ہیں۔ نفائس مرغوبہ میں یہ لکھا گیا تھا۔

مذکورہ طریقے کا احادیث و فقہ سے ثبوت نہیں ہے یعنی کسی حدیث یا آثار صحابہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم یا ائمہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں لوگ سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کے لیے بیٹھے انتظار کیا کرتے تھے اور جب خود حضور انور اور تمام مقتدی سنن و نوافل سے فارغ ہو جاتے تھے تو سب ملکر دعا مانگتے تھے۔ پھر دعا کا طریقہ بھی یہی ہوتا تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم زور سے الفاتحہ فرماتے اور تمام مقتدی حضور کے ساتھ دعا میں شریک ہوتے پھر صرف ایک مرتبہ دعا فرماتے یا دو دو تین تین مرتبہ دعا کرتے۔ ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے۔ قاعدہ کے موافق ہمیں اتنا ہی کہدینا کافی تھا کہ ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے۔ اور جو لوگ کہ اس طریقے کو ثابت کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم تھا کہ ان باتوں کا ثبوت پیش کرتے اور وہ روایات بیان کرتے جن سے ثابت ہوتا کہ سنن و نوافل کے بعد تمام صحابہ حضور کے ساتھ ملکر دعا مانگتے تھے۔ حضور الفاتحہ فرماکر دعا شروع کرتے تھے اور ایکبار دعا مانگتے تھے یا دو مرتبہ یا تین مرتبہ مگر ہم نے اس خیال سے کہ عوام علم مناظرہ کے اس قاعدے سے تو واقف نہیں ہوتے کہ ثبوت پیش کرنا کس کے ذمے ہوتا ہے وہ تو ہر فریق سے خواہ مدعی ہو یا منکر دلیل پیش کرنے کے منتظر رہتے ہیں تو اپنی طرف سے دلائل بھی پیش کر دیئے تھے جن میں سے ایک دلیل یہ تھی کہ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل کو گھروں میں پڑھنے کی ترغیب دی ہے اور گھر میں پڑھنے کا ثواب مسجد میں پڑھنے سے زیادہ فرمایا ہے۔ اور خود بھی عام طور پر حضور انور صلعم نوافل گھر میں پڑھتے تھے۔ اس کے لئے نفائس مرغوبہ کے صفحہ ۳ میں حضرت عبداللہ بن سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث اور صفحہ ۴ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی یہ حدیثیں نہایت صاف اور صریح اور صحیح ہیں۔

اِن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور عام طور پر سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے اور چونکہ صحابہ کرام کو بھی گھروں میں سنن و نوافل پڑھنے کی ترغیب دی تھی اور صحابہ کرامؓ حضورؐ کی ترغیب پر دل وجان سے عمل کیا کرتے تھے اور افضل اور بہتر صورت کو ہی اختیار کرتے تھے تو ضرور ہے کہ وہ بھی عام طور پر سنن و نوافل گھروں میں ہی جاکر پڑھتے ہوں گے ۔

پس اِس سے سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور انورؐ کے اور صحابہ کرامؓ کے زمانہ میں مروج نہ ہونا روز روشن کی طرح واضح ہو گیا ۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

لطائف مطبوعہ میں اس روشن اور واضح ثبوت کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جو حدیثیں نفائس مرغوبہ میں پیش کی گئی ہیں اُن سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور نے ہمیشہ سنتیں مکان میں پڑھی ہیں کبھی باہر مسجد میں نہیں پڑھیں نہ سفر میں نہ حضر میں پس ممکن ہے کہ حضور نے کبھی فرض کے بعد اسی جگہ سنتیں پڑھی ہوں اور سنتوں کے بعد دعا مانگی ہو

اس مضمون کا جواب

مجھے حیرت ہے کہ مولانا عبدالباری مرحوم جیسا فاضل ایسا کمزور اور بودا جواب کیسے لکھ سکتا تھا میں نے تو وہ حدیثیں پیش کی ہیں جن سے حضور کی عادت شریفہ یہ ثابت ہوتی ہے کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھا کرتے تھے اور اسکو افضل فرماتے تھے ۔ اور اسی بنا پر صحابہ کرام کا گھروں میں جاکر سنتیں پڑھنا غالب اور راجح بتایا تھا ۔ تو اُن کا فرض یہ تھا کہ وہ کوئی ایسی حدیث بیان کرتے جس سے حضور کی عادت شریفہ یہ ثابت ہوتی کہ سنن و نوافل مسجد میں پڑھا کرتے تھے اور صحابہ کرام بھی سنن و نوافل مسجد میں ادا کیا کرتے تھے اُنھوں نے کوئی ایسی روایت تو پیش نہیں کی صرف یہ کہدیا کہ ممکن ہے کبھی آپ نے سفر میں یا حضر میں مسجد میں بھی سنتیں پڑھی ہوں ۔

میں نے یہ کب کہا تھا کہ حضور نے ساری عمر میں کبھی مسجد میں سنن و نوافل نہیں پڑھے

میں مسئلہ تو ثابت کیا تھا کہ حضور کی عادت شریفہ گھر میں پڑھنے کی تھی۔ اس عادت کے خلاف کوئی روایت پیش نہیں کی نہ کر سکتے تھے۔

اب میں کہتا ہوں کہ اگر حضور نے کبھی سفر میں یا حضر میں سنتیں باہر پڑھ لی ہوں اور ان کے بعد دعا بھی مانگ لی ہو تو آپ کو کیا فائدہ ہوگا۔ کیا اس سے حضور کے زمانہ میں اس دعا بھی دعا کے رواج کا ثبوت ہو جائیگا۔ ہرگز نہیں۔ اور جب کہ یہ ثابت ہے کہ عادت شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی تھی کہ سنن و نوافل گھر میں جا کر پڑھتے تھے اسلئے رواج دعائے ثانیہ یعنی سنن و نوافل کے بعد اجتماعی دعا کا حضور کے زمانہ میں نہ ہونا روز روشن کی طرح ثابت ہوگا

لطائف مطبوعہ کا مضمون

اسی صفحہ میں آپنے یہ بھی فرمایا ہے کہ ممکن ہے حضور گھر میں سنن و نوافل کے بعد دعا مانگ لیا کرتے ہوں

جواب

یہ قول پہلے قول سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ میں کہتا ہوں کہ صرف ممکن ہی نہیں بلکہ غالب ہے کہ آپ گھر میں سنتوں اور نفلوں سے فارغ ہو کر دعا مانگتے ہوں گے مگر اس سے یہ اجتماعی دعا جو سنتوں اور نفلوں کے بعد مساجد میں خاص اہتمام کے ساتھ رواج پذیر ہے وہ کیونکر ثابت ہوگی

کاش مولانا عبد الباری مرحوم مولوی کے ہمخیال علماء یہی تعلیم دیتے کہ امام و مقتدی گھر میں جا کر سنتیں نفلیں پڑھا کریں اور سنن و نوافل کے بعد دعا مانگا کریں تو یہ ایک طریقہ مسنونہ کی تعلیم بھی ہوتی اور سارا جھگڑا ہی ختم ہو جاتا۔ مسلمان بھی اتفاق و اتحاد سے رہتے۔ اور کوئی لڑائی قصہ بھی پیش نہ آتا۔

لطائف مطبوعہ کا مضمون

تیسرا جواب لطائف مطبوعہ میں یہ دیا گیا ہے کہ جبکہ احادیث قولیہ سے دعا بعد سنت کا ثبوت ہو گیا جیسا کہا اوپر گذرا تو اس پر عمل کرنا چاہیے۔ گو کہ آپ کے فعل سے اس کا ثبوت نہ سہی +

اس مضمون کا جواب

لطائف مطبوعہ میں چار قولی حدیثیں بیان کی گئی ہیں جو یہ ہیں۔

(۱) حدیث انس رضی اللہ۔ { مامن عبد بسط کفیہ فی دبر کل صلوٰۃ الخ — کوئی بندہ ایسا نہیں جو ہر نماز کے بعد ہاتھ پھیلائے الخ }

(۲) حدیث فضل بن عباس۔ الصلوٰۃ تخشع وتضرع وتمسکن ثم تقنع یدیک الخ — کمال نماز خشوع اور خضوع اور عاجزی ہو پھر دونوں ہاتھوں کو اٹھائے۔

(۳) حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ کس وقت کی دعا زیادہ مقبول ہو فرمایا آخر شب کی اور فرض نماز کے بعد کی دعا — قیل یا رسول اللہ ای الدعاء اسمع قال جوف اللیل ودبر الصلوٰۃ المکتوبۃ

(۴) حدیث معاذ رضی اللہ عنہ — یا معاذ لا تدعن ان تقول فی دبر کل صلوٰۃ — اے معاذ ہرگز مت چھوڑ اللھم اعنی الخ کا کہنا بعد ہر نماز کے

میں نے بعض صرف ان حدیثوں کے الفاظ نقل کر دیئے ہیں جو لطائف مطبوعہ کے صفحہ دستر ۹ میں مرقوم ہیں۔ ناظرین لطائف مطبوعہ میں ان حدیثوں کو پوری عبارت کے ساتھ مکرر سہ کرر پڑھیں اور دیکھیں کہ ان احادیث میں اسکی تصریح کہاں ہے کہ لوگ سنن و نوافل مسجد میں پڑھیں اور پھر سب ملکر دعا مانگیں۔ جو پہلے فارغ ہو جائیں وہ دوسروں کے فارغ ہونے تک بیٹھے انتظار کیا کریں۔

بلکہ ان حدیثوں پر عمل کرنے کی بہتر و افضل صورت یہی ہے کہ فرضوں سے فارغ ہو کر مختصر دعا مانگی جائے۔ اور حدیث عبداللہ بن سعد و حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کے بموجب سنن و نوافل گھروں میں جاکر پڑھی جائیں اور وہاں ہی فراغت کے بعد دعا مانگی جائے۔

پس ان قولی حدیثوں میں اور حضور کے اس فعل میں کہ سنن و نوافل گھر میں پڑھتے تھے اور مسجد میں اجتماعی دعا حضور کے فعل سے ثابت نہیں کوئی تعارض اور مخالفت نہیں ہے دونوں باہم یعنی قول و فعل باہم مطابق و موافق ہیں۔

تنبیہ (۱)

یہاں پر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اگرچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عادت شریفہ اور اکثری طرز عمل تو یہی تھا کہ سنن و نوافل گھر میں جا کر پڑھتے تھے لیکن حضور سے احیاناً یہ بھی ثابت ہے کہ مسجد میں بھی آپ نے سنن و نوافل پڑھی ہیں اس لئے اگر لوگ فرضوں کے بعد سنتیں نفلیں مسجد میں پڑھ لیں تو یہ ناجائز یا مکروہ نہیں ہے۔ مگر سنن و نوافل کے بعد دعائے اجتماعی کا مروجہ طریقہ ہرگز ثابت نہیں ہے جس سے اس کا التزام یقیناً لائق ترک ہے

تنبیہ (۲)

یہ بھی واضح رہے کہ فقہاء حنفیہ میں سے ایک جماعت نے ان فرضوں کے بعد جن کے بعد سنتیں ہیں دعا کو مکروہ کہا ہے۔ اسی جماعت نے ان احادیث کی تاویل کی ہے جن میں لفظ دبر الصلوات المکتوبات اور اسی قسم کے الفاظ آئے ہیں کہ ان سے مراد سنن و نوافل کے بعد دعا مانگنا ہے۔

مگر خود فقہاء محققین حنفیہ نے یہ دیکھ کر کہ اول تو کراہت ایک حکم شرعی ہے جس کے لئے کوئی دلیل درکار ہے اور احادیث و آثار میں اس بات کی کوئی دلیل نہیں کہ فرضوں اور سنتوں کے درمیان میں دعا مکروہ ہے۔ دوم کہ لفظ دبر الصلوٰۃ یا دبر الصلوات المکتوبات کے ظاہری اور متبادر معنے یہی ہیں کہ فرض کا سلام پھیرتے ہی وہ اذکار پڑھے جائیں جن کی تعلیم دی گئی ہے اور اس کی کوئی وجہ نہیں کہ ان ظاہری اور متبادر معنی کو چھوڑ کر سنن و نوافل کے بعد کا وقت مراد لیا جائے یہ تصریح کی کہ فرض نماز کے سلام کے بعد ہی دعا مانگنا بہتر اور افضل ہے اور یہی راجح اور صحیح ہے۔

لہٰذا اس صورت میں تمام احادیث اپنے ظاہری اور متبادر معنی پر محمول ہو سکتی ہیں اور حدیث ابی امامہ رضی اللہ عنہ جو نفائس مرغوبہ کی فصل دوم میں نمبر ۲ پر مرقوم ہے اور جس کے الفاظ یہ ہیں:-

عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ انہ قال ما دنوت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ ولا تطوع الا سمعتہ یقول اللھم اغفرلی ذنوبی وخطایای

كلها اللهم انعشني واحيني وارزقني واهدني لصالح الاعمال والاخلاق انه لا يهدي لصالحها ولا يصرف سيئها الا انت (اخرجه ابن السني في عمل اليوم والليلة كذا في التحفة المرغوبة)

(ترجمہ) ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب ہوا تو ہر نماز فرض اور نفل کے بعد حضور کو یہ دعا پڑھتے ہوئے سنا۔ اللھم اغفر لی ذنوبی الخ

اس حدیث میں تصریح ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد بھی اور نفل نماز کے بعد بھی حضور یہ دعا پڑھتے تھے اور اس میں تقید دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ سے اس کے ظاہری اور متبادر معنے ہی مراد ہیں کہ فرض کے بعد متصل دعا پڑھتے تھے کیونکہ اگر دبر کل صلوٰۃ مکتوبۃ میں یہ معنے مراد نہ ہوتے اور وہی تاویلی معنے مراد ہوتے کہ نوافل کے بعد دعا پڑھتے تھے تو پھر اس کے ولا تطوع فرمانے کی ضرورت نہ تھی۔ اور فرضوں اور نفلوں دونوں کی تصریح کیوں کی

علامہ طیبی کی وہ عبارت جو نفائس المرغوب کے صفحہ (۱۹) میں مرقوم ہے اور جس میں انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث لم یقعد الا مقدار ما یقول اللھم انت السلام الخ کے معنے بتلائے ہیں پڑھئے اور دیکھئے کہ علامہ طیبی صحیحین کی اس دعا کو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد

اور صحیح مسلم کی اس دعا کو

لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔

یہ فرما کر کہ یہ دعائیں بھی اللھم انت السلام کے ساتھ تخمینی اور تقریبی مقدار میں تا بہ فرض اور سنن معاً فرض کی حدیثوں بعد میں محض زائد ہیں مگر کوئی منافاۃ نہیں ہے یعنی فرضوں کے متصلاً دعائیں اسی طرح پڑھی جا سکتی ہیں جس طرح اللھم انت السلام الخ

اس سے صاف معلوم ہوا کہ علامہ طیبی بھی فرض و سنن کے درمیان اللھم انت السلام کے سوا دوسرے اذکار و ادعیہ کی کراہیت کے قائل نہیں ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ جب صحیح و صریح روایات حدیث موجود ہیں تو محققین حنفیہ کراہت کے قائل کیسے

ہوسکتے تھے اسی وجہ سے امام شمس الائمہ حلوانی نے کراہت کی روایت کو قابل عمل نہیں سمجھا اور اسی وجہ سے علامہ ابن ہمام نے بھی تقریبی مقدار میں ان دعاؤں کو داخل کرنے سے اختلاف نہیں کیا اور اسی بنا پر مفاتیح الجنان میں قبل السنۃ کی تصریح کر دی یعنی اذکار ماثورہ سنتوں سے پہلے پڑھے جائیں۔

اور اسی لحاظ سے حضرت امام الہند شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ نے یہ فرمایا والاولی ان یأتی بھذہ الاذکار قبل الرواتب الخ (حجۃ اللہ البالغہ) یعنی بہتر اور افضل یہ ہے کہ ان اذکار ماثورہ کو سنن رواتب سے پہلے پڑھے +

پس حاصل یہ ہے کہ سنتوں اور فرضوں کے درمیان دعا مانگنے کو مکروہ کہنا قوی اور راجح نہیں ہے۔ بلکہ فقہاء محققین کی تصریح کے موافق راجح یہی ہے کہ سنتوں سے پہلے اذکار وادعیہ ماثورہ پڑھی جائیں۔ اور یہی قول ظاہر احادیث کے موافق ہے ہاں بہت زیادہ تطویل کرنا یا غیر ماثور اذکار وادعیہ پڑھے کو مکروہ کہا جائے تو گنجائش ہے۔

تنبیہ (۳)

جن فقہاء نے فرضوں اور سنتوں کے درمیان دعا کو مکروہ فرمایا ہے ان کا مطلب یہ ہے کہ اگر فرض پڑھنے کی جگہ پر ہی سنتیں پڑھنے کا ارادہ ہو تو پھر سنتوں کے پڑھنے میں تاخیر مکروہ ہے لیکن فرضوں کے مقام میں سنتیں ادا کرنا خلاف اولیٰ ہے۔

اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ امام اپنے مکان یا حجرے میں جاکر سنتیں پڑھے اور اسی طرح لوگ بھی اپنے مکانوں میں جاکر سنتیں پڑھیں۔ اگر مقتدی سب ایسا نہ کرسکیں تو جو کرسکتے ہوں وہ کریں۔ اور تمام کے تمام نہ کرسکیں تو وہ امام کو اس اولیٰ اور افضل عمل سے نہ روکیں۔ اگر امام فرض پڑھاکر مختصر ماثور ذکر و دعا پڑھکر حجرے میں چلا جاتا تاکہ سنن و نوافل کو اپنے حجرے میں افضل اور مسنون طریق پر ادا کرے تو جانے دو اسکو ایک غیر ثابت اور غیر مسنون رواجی دعا کے لئے ایک مسنون عمل سے کیوں روکا جاتا ہے

ان الکلام فیما اذا صلی السنۃ فی محل الفرض لاتفاق کلمۃ المشائخ علی ان الافضل فی السنن حتی سنۃ المغرب المنزل ای فلا یکرہ الفصل بمسافۃ الطریق (رد المختار تعلیق علیہ)

یعنی تاخیر سنت کے مکروہ ہونے یا نہ ہونے میں جو کلام ہے وہ اسی صورت میں ہے کہ جب کوئی سنتوں کو دور میں پڑھے جہاں فرض پڑھے ہیں کیونکہ تمام مشائخ کا اس پر اتفاق ہے کہ تمام سنتوں کو یہاں تک کہ مغرب کی سنتوں کو بھی گھر میں جا کر پڑھنا افضل ہے تو گھر تک جانے میں جو فاصلہ اور تاخیر ادا سنت میں ہو یہ اتفاقاً مکروہ نہیں ہے۔

لطائف مطبوعہ میں باب اول صرف اس غرض کے لئے منعقد کیا گیا تھا کہ سنتوں کے بجھتا ہی ادا کو ثابت کیا جائے۔ مؤلف نے اس مقصد کے لئے سب سے پہلے نور الایضاح اور اسکی شرح مراقی الفلاح کی عبارت پیش کی ہے۔ مگر مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یا تو مؤلف نے نور الایضاح اور مراقی الفلاح کا مطلب ہی نہیں سمجھا یا قصداً ان کتابوں کی عبارتوں میں قطع برید کرکے اپنا مطلب نکالنا چاہا ہے۔ اسلئے میں ذرا تفصیل سے اسکو بیان کئے دیتا ہوں۔

سب سے پہلے یہ دیکھئے کہ نور الایضاح میں یہ بحث جس فصل میں ذکر کی گئی ہے اسکے عنوان کے الفاظ یہ ہیں۔

فصل فی الاذکار الواردۃ بعد الفرض

یعنی یہ فصل ان اذکار کے بیان میں ہے جو نماز فرض کے بعد وارد ہوئے ہیں۔ مصنف پہلے نماز کے افعال کی ترکیب بیان کر چکا ہے۔ اس فصل کو سلام تک پہنچا کر ختم کر دیا تھا اس کے بعد باب الامامت اور اس کے متعلق تفصیل ذکر کیں۔ پھر یہ فصل منعقد کی اس میں یہ بتانا تھا کہ نماز فرض کے سلام کے بعد کیا کیا ذکر اور دعائیں وارد اور منقول ہیں اسی لئے عنوان میں بعد الفرض کا لفظ صراحۃً ذکر کر دیا۔

پہلا مسئلہ یہ بیان کیا کہ نماز فرض کے بعد سنتوں کو فوراً شروع کر دینا چاہئے یا کچھ توقف بھی جائز ہے اس میں مصنف نے پہلی روایت یہ ذکر کی۔

القیام الی اداء السنۃ التی تلی الفرض متصلا بالفرض مسنون غیر انہ	یعنی فرضوں کے سلام کے بعد ان سنتوں کو ادا کرنے کے لئے جو فرضوں کے بعد پڑھی جاتی ہیں

یستحب المتنفل بینهما کما کان علیه السلام اذا سلم یمکث قدر ما یقول اللهم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام ثم یقوم الی السنة۔ (مراقی الفلاح)	بلا توقف کھڑا ہو جانا چاہیے مگر یہ کہ فرضوں اور سنتوں میں علیحدگی کر دینی مستحب ہے جیسا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جب فرض کا سلام پھیرتے تو اتنی مقدار ٹھیرتے کہ اللھم انت السلام ومنک السلام والیک یعود السلام تبارکت یاذالجلال والاکرام پڑھ لیتے۔ پھر کھڑے ہوتے اور سنت پڑھتے۔

اسکے بعد مصنف نے علامہ ابن ہمام کا یہ قول نقل کیا انھوں نے فرمایا کہ یہ ذکر (اللھم انت السلام الخ) وہ ذکر ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے منجملہ ان اذکار کے جن سے اداء سنت مؤخر کیا جاتا ہے اور جن کے ذریعہ سے فرضوں اور سنتوں میں فصل اور علیحدگی کی جاتی ہے۔ چونکہ علامہ ابن ہمام کا مطلب یہ تھا کہ جو اذکار نماز فرض کے سلام کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھے جانے منقول ہیں انمیں سے اللھم انت السلام کا ثبوت پختہ ہے اسلئے صرف اسی کو پڑھنا چاہیے +

مگر چونکہ اس ذکر کے علاوہ بعض دوسرے ذکر اور دعائیں بھی ثابت تھیں اور ان کا ثبوت بھی پختہ تھا اسلئے صاحب مراقی الفلاح نے علامہ ابن ہمام کا قول نقل کرنے کے بعد یہ فرمایا۔

قلت ولعل المراد غیر ما ثبت ایضا بعد المغرب من نحو تحلیله لا اله الا الله الخ عشرا وبعد الجمعة من قرأة الفاتحة والمعوذات سبعا سبعا۔ (مراقی الفلاح)	میں کہتا ہوں کہ شاید علامہ کی مراد یہ ہے کہ اللھم انت السلام کی طرح اور جو ذکر ثابت ہیں وہ بھی سنتوں سے پہلے پڑھنا مستحب ہے جیسے کہ ایک حدیث میں نماز مغرب کے بعد اسیطرح بیٹھے ہوئے لا الہ الا اللہ الخ دس مرتبہ پڑھنا ثابت ہے

اور دوسری حدیث میں جمعہ کے بعد سنتوں سے پہلے سورۂ فاتحہ اور معوذات سات سات مرتبہ پڑھنا ثابت ہے

پس صاحب مراقی الفلاح کی اس تصریح سے ثابت ہو گیا کہ ان کے نزدیک فرض نماز کے سلام کے بعد اللھم انت السلام کے علاوہ اذکار ثابتہ ماثورہ پڑھنا بھی جائز ہے لہذا ان کی وجہ سے جو تاخیر ادائے سنت میں ہوگی وہ تاخیر مکروہ یا خلاف اولیٰ نہیں ہے +

اسپر مراقی الفلاح کے محشی علامہ سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تحریر فرمایا۔

وفی روایة عائشة رضی الله عنها قالت
کان رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یقعد
الا مقدار ما یقول اللهم انت السلام الخ
وهو تقیید کالذی ذکره المؤلف انه
لیس المراد انه کان یقول ذلك بعینه
بل کان یقعد زمانا یسع ذلك اللفظ
ونحوه من القول تقریبا
(حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح)

یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے
کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بیٹھتے تھے مگر اتنی
مقدار جس میں اللھم انت السلام پڑھ سکیں۔
یہ روایت یہی بتاتی ہے جو مؤلف نے ذکر کیا ہے
کہ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ حضور اللھم انت السلام
ہی پڑھا کرتے تھے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اتنی دیر بیٹھتے
تھے کہ جس میں اللھم انت السلام یا اسی کی تقریبی مقدار
کا اور کوئی ذکر پڑھا جا سکے۔

اس سے معلوم ہوا کہ علامہ طحطاوی کے نزدیک حضرت عائشہؓ کی روایت سے یہ بھی ثابت نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد صرف اللھم انت السلام پڑھتے تھے بلکہ اتنی مقدار کا ذکر پڑھتے تھے خواہ یہی پڑھتے ہوں یا اور کوئی ذکر و دعا۔

اور یہی مطلب علامہ حلبی نے بھی بیان کیا ہے پھر ان دونوں بزرگوں نے یہ تصریح کی ہے کہ صحیحین یعنی بخاری اور مسلم رحمہما اللہ کی کتابوں میں فرض کے بعد جو دعائیں منقول ہیں وہ سب اللھم انت السلام کے ساتھ تقریبی مقدار میں شامل ہیں اس لئے حضرت عائشہ کی روایت میں اور ان اذکار کی روایتوں میں کوئی تعارض اور منافات نہیں ہے یعنی ان بزرگوں کے نزدیک فرض اور سنتوں کے درمیان ان دعاؤں کا پڑھنا اسی طرح جائز اور ثابت اور قریب ہے جس طرح اللھم انت السلام کا پڑھنا ہے۔ بخاری اور مسلم کی وہ روایتیں یہ ہیں جو طحطاوی و حلبی کبیری وغیرہ میں منقول ہیں +

عن المغیرة رضی الله عنه انه صلی الله
علیه وسلم کان یقول فی دبر کل صلوٰة
لا اله الا الله وحده لا شریك له
له الملك وله الحمد وهو علی کل شیء
قدیر اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطی

یعنی مغیرہؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز
کے بعد پڑھتے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد
وہو علی کل شیء قدیر اللھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی
لما منعت ولا ینفع ذا الجد منک الجد (بخاری ومسلم)
اور اسی طرح حدیث عائشہؓ کی اس روایت کے بھی

لما منعت ولا ينفع ذا الجد منك الجد وكذا لا ينافي ما رواه مسلم وغيره عن عبد الله بن الزبير كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سلم من الصلوة قال بصوته الاعلى لا اله الا الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد وهو على كل شيء قدير ولا حول ولا قوة الا بالله ولا نعبد الا اياه له النعمة وله الفضل وله الثناء الحسن لا اله الا الله مخلصين له الدين ولو كره الكافرون

منافی نہیں ہے جو صحیح مسلم میں عبداللہ بن زبیرؓ سے منقول ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز (فرض) کا سلام پھیرتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے۔ لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وہو علی کل شیء قدیر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ ولا نعبد الا ایاہ لہ النعمۃ ولہ الفضل ولہ الثناء الحسن لا الہ الا اللہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون۔

میں نہیں سمجھتا کہ علامہ طحطاوی اور علامہ حلبی کی ان تصریحات کے بعد کہ

(۱) حدیث عائشہؓ کی حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے سلام کے بعد اللھم انت السلام ہی پڑھا کرتے تھے +

(۲) اور یہ کہ اللھم بعد السلام والی روایت دوسرے اوراد و اذکار کے پڑھنے کے خلاف نہیں ہے۔

(۳) اور یہ کہ مذکورہ بالا دعائیں ذکر اللھم انت السلام کے ساتھ تقریبی مقدار میں برابر ہیں +

(۴) اور یہ کہ ان حدیثوں میں ان اذکار کا سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے +

(۵) اور یہ کہ مسلم کی حدیث میں اذا سلم سے نماز فرض کا سلام ہی مراد ہے +

(۶) اور صحیحین کی روایت میں دبر کل صلوٰۃ سے نماز فرض کے بعد اس سے متصل سنتوں سے پہلے کا وقت ہی مراد ہے۔

اب کون کہہ سکتا ہے کہ نفائس المرغوبہ میں تقریبی مقدار کی جو توضیح کی گئی تھی وہ فقہاء حنفیہ کی تصریح کے موافق نہ تھی اور کس کو یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ فرض نماز کے سلام کے بعد اللھم انت السلام الخ کے علاوہ دوسرے اذکار و ادعیہ ماثورہ کو ناجائز یا مکروہ کہہ سکے +

تنبیہ

امداد مراقی الفلاح کی عبارت میں اللھم انت السلام کو اس طرح نقل کیا گیا ہے کہ اس میں والیک یعود السلام بھی شامل ہے بعض کتابوں میں یعود کی جگہ یرجع ہے۔
اس پر علامہ طحطاوی تحریر فرماتے ہیں +

قال فی شرح المشکوٰۃ عن الجزری واما ما یزاد بعد قوله ومنک السلام من نحو والیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص انتهی
(حاشیہ طحطاوی مراقی الفلاح)

یعنی شرح مشکوٰۃ میں جزری سے منقول ہے کہ جن ذکر میں جملہ ومنک السلام کے بعد جو اس قسم کے جملے بڑھا دیے ہیں آیۃ الیک یرجع السلام فحینا ربنا بالسلام وادخلنا دار السلام تو ان جملوں کی کوئی اصل نہیں ہے۔ بلکہ بعض واعظوں کے گھڑے ہوئے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ذکر صحیح روایات سے اس قدر ثابت ہے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام۔

اس فصل کے اس پہلے مسئلہ میں کہ فرض کے بعد سنتوں میں کتنی تاخیر ہو سکتی ہے امام مقتدی منفرد سب شریک تھے اس لئے اسکو صاحب نور الایضاح و مراقی الفلاح نے عام لفظ سے بیان کیا اسکے بعد اس فصل میں دوسرا مسئلہ بیان کرنا مقصود تھا کہ آیا فرض کے بعد سنتیں اسی جگہ پڑھی جائیں جس جگہ فرض پڑھے ہیں یا اس سے دائیں یا بائیں یا آگے پیچھے ہٹ کر تو نور الایضاح میں امام کے لئے اس صورت کا یہ حکم ذکر کیا گیا عبارت متن کی یہ ہے

ویستحب للامام بعد صلاته ان یتحول الی جهة یساره لتطوع بعد الفرض
(نور الایضاح)

یعنی امام کے لئے مستحب ہے کہ سلام فرض کے بعد اپنی بائیں جانب ہٹ جائے فرض کے بعد کی سنتوں یا نفلوں کے ادا کرنے کے لئے۔

اس جگہ میں صرف یہ بیان کرنا مقصود ہے کہ سنتیں فرض کی جگہ پڑھی جائیں یا ہٹ کر۔ یہ مطلب ہرگز نہیں کہ سلام پھیرتے ہی بغیر کچھ ثنا یا دعا پڑھے فوراً ہٹ جائے بلکہ مراد یہ ہے کہ اللھم انت السلام ومنک السلام الخ یا اس کے مثل دوسرے

الا کاسعادیہ ماثورہ پڑھکر جب سنتوں کے لئے کھڑا ہو تو مستحب یہ ہے کہ بائیں جانب ذرا ہٹ کر کھڑا ہو۔

سنتوں کے لئے جگہ بدلکر کھڑا ہونا اسلئے مستحب ہے کہ (۱) اول تو باہر سے آنے والے کو یہ شبہ ہو کہ امام فرض پڑھا رہا ہے اور وہ دھوکا کھا کر اقتدا کی نیت نہ کرلے (۲) دوسرا فائدہ یہ کہ جگہ بدلنے سے وہ دوسری جگہ بھی اسکے لئے نماز کی گواہ بن جائے گی۔

اپنی بائیں جانب ہٹنے کی وجہ یہ بیان کی کہ امام کی بائیں جانب قبلہ کی داہنی جانب ہوتی ہے اور قبلہ کی داہنی جانب کو اسکی بائیں جانب پر شرف حاصل ہے (مراقی الفلاح)

مگر علامہ سید احمد طحطاوی نے حضرت ابوہریرہ رضہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ایعجز احدکم ان یتقدم او یتأخر او عن یمینه او عن شماله فی الصلوٰۃ یعنی فی السبحۃ۔ رواہ ابوداؤد وابن ماجہ (کذا فی الطحطاوی)	یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم سے یہ نہیں ہو سکتا کہ سنتوں نفلوں کے لئے آگے بڑھ جاؤ یا پیچھے ہٹ آؤ یا دائیں طرف یا بائیں جانب کو ہو جاؤ۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جگہ بدلنے کے لئے چاروں صورتوں کا ذکر فرمایا ہے۔ مگر یہ حکم اسی وقت ہے جب وہیں سنتیں پڑھنے کا ارادہ ہو ورنہ ان چاروں صورتوں سے افضل یہ ہے کہ مسجد سے جا کر اپنے مکان یا حجرے میں سنتیں پڑھے۔

وقد منا عن الحلیۃ ان الاحسن من ذلک کلہ تطوعہ فی منزلہ (رد المحتار)	یعنی ہم پہلے حلیہ سے نقل کر چکے ہیں کہ ان سب صورتوں سے بہتر یہ ہے کہ اپنے گھر جا کر سنتیں و نوافل پڑھے۔

تیسرا مسئلہ پھر ماتن نے تیسرا مسئلہ یہ بیان کیا کہ اگر امام اپنی جگہ پر بیٹھ کر اذکار ماثورہ پڑھنا چاہے کہ اس کی اجازت کیا ہو اس کے لئے یہ عبارت ذکر کی۔

وان یستقبل بعد الناس (نور الایضاح) اور مستحب ہے کہ امام فرض یا سنتوں کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھے یعنی اگر وہ بیٹھنا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ لوگوں کی طرف منہ کرکے بیٹھے یعنی قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھا رہنا نہیں چاہئے۔

وكذا يكره مكثه قاعدا في مكانه مستقبل القبلة في صلاة لا تطوع بعدها انتهى مختصرا.

یعنی امام کا اپنی جگہ پر قبلہ رخ بیٹھا رہنا ان نمازوں میں جن کے بعد سنتیں نہیں ہیں مکروہ ہے۔

خلاصہ یہ کہ جن فرائض کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان کے بعد تو امام اپنی جگہ نہ چھوڑے اور سوائے اس کے کہ حدیث میں یہ مذکور ہے کہ بغیر اذکار مذکورہ بعینہٖ پڑھا جائے باقی اذکار و ادعیہ اگر پڑھنا چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے اور اذکار و ادعیہ پڑھ لے متن میں تو یہی صورت ذکر کی تھی مگر شرح میں اس پر یہ اضافہ کیا۔

يستقبل الناس إن شاء إن لم يكن في مقابلة مصل (الى قوله) وإن شاء الإمام انحرف عن يساره وجعل القبلة عن يمينه وإن شاء انحرف عن يمينه وجعل القبلة عن يساره (الى قوله) وإن شاء ذهب لحوائجه (مراقي الفلاح)

یعنی اگر چاہے تو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھ جائے بشرطیکہ اس کے سامنے کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو اور اگر امام چاہے تو بائیں طرف مڑ جائے کہ اس کی داہنی طرف قبلہ ہو اگر چاہے تو داہنی طرف مڑے کہ قبلہ اس کی بائیں جانب ہو اور اگر چاہے تو اٹھ کر اپنے کام کاج کے لئے چلا جائے۔

چونکہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کے لئے یہ شرط ہے کہ سامنے کوئی نمازی نہ ہو اور ماتن نے صرف ایک صورت ہی ذکر کی تھی کہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا مستحب ہے۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں ہیں ان میں لوگ سنتیں پڑھنے کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کوئی نہ کوئی امام کے مقابل بھی نماز پڑھتا ہوتا ہے اسلئے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کے مسئلے کو شرح میں اس طرح مقید کر دیا۔

أن يستقبل بعدها أي بعد التطوع وعقيب الفرض إن لم يكن بعده نافلة (مراقي الفلاح)

یعنی امام کو لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بہتر ہے جب سنتوں نفلوں سے فارغ ہو جائے

تا کہ کسی نمازی کا سامنا ہونے کی صورت نہ ہو۔ اور جن نمازوں کے بعد سنتیں نہیں ہیں ان میں فرض کے بعد بھی لوگوں کی طرف منہ کر سکتا ہے بشرطیکہ سامنے کوئی نمازی (مسبوق وغیرہ) نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ سنتوں کے بعد کی قید صرف لوگوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنے کے لئے ہے۔ اور اگر دائیں بائیں سے پہلے داہنی طرف

یا بائیں طرف پھر کر بیٹھ جائے یا داہنی طرف یا بائیں طرف یا آگے یا پیچھے ہٹ جائے یا اٹھ کر اپنے مکان یا حجرے میں چلا جائے تو سب جائز ہے۔ اور اگر اٹھ کر چلا جائے اور اپنے گھر یا حجرے میں چار سنتیں نفلیں پڑھنا چاہے تو یہ افضل و بہتر ہے

چوتھا مسئلہ۔ پھر ماتن نے اس فصل میں چوتھا مسئلہ وہ بیان کیا جس کے لئے فصل منعقد کی ہے یعنی یہ کہ نماز فرض کے بعد کیا کیا اذکار و دعائیں وارد و مروی ہیں اس مسئلہ کے بیان کے لئے اس نے یہ عبارت لکھی ہے ✦

ويستغفرون الله ثلاثا ويقرؤن آية الكرسي ويقرؤن المعوذات الخ (نور الايضاح)	یعنی لوگ نماز کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھ کر اور آیۃ الکرسی پڑھیں اور معوذات پڑھیں۔

اس مسئلہ کی دلیل کے لئے یہ حدیث ذکر کی ہے ✦

لقول ثوبان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا انصرف من صلاته استغفر الله ثلاثا وقال اللهم أنت السلام ومنك السلام تباركت يا ذا الجلال والاكرام رواه مسلم (مرقاة ج١)	یعنی ثوبانؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ استغفار پڑھتے اور فرماتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یا ذا الجلال والاکرام

اسی ثوبانؓ کی حدیث کے دوسرے طرق میں یہ لفظ ہیں۔

كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا سلم الخ (جمع الفوائد)	یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے تو تین استغفار کرتے اور اللھم انت السلام الخ پڑھتے

اس سے معلوم ہوا کہ مصنف نور الایضاح نے فرض کے سلام کے بعد ہی سے اذکار ماثورہ کا بیان شروع کیا ہے کیونکہ حدیث ثوبانؓ کا مطلب یہی ہے کہ فرض کے سلام کے بعد تین مرتبہ استغفار پڑھ کر اللھم انت السلام پڑھا کرتے تھے وجہ یہ کہ اللھم انت السلام الخ کا فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا متفق علیہ ہے۔

اور چونکہ فرائض کے بعد جو اذکار مصنف نے ذکر کئے ہیں ان میں علاوہ تہلیل و تسبیح وغیرہ کا کوئی ذکر نہ تھا اس لئے جمع کے صیغے سے اسکو ذکر کیا۔ مطلب یہ کہ تمام نمازی فرائض کے بعد یہ اذکار پڑھا کریں اور جب اذکار سے فارغ ہوں تو

ثم يدعون لأنفسهم وللمسلمين رافعي أيديهم ثم يمسحون بها وجوههم في آخره	نمازی پڑھیں اپنے اور مسلمانوں کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا کریں پھر آخر میں اپنے ہاتھ منہ پر پھیر لیا کریں۔

مصنف نے ذکر اور دعا کا مسنون اور مستحب طریقہ ذکر کیا ہے کہیں کہیں پر کوئی ایسا لفظ نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ یہ تمام کام سب ملکر اجتماعی طور پر کریں۔ اور یہ تو ہو بھی نہیں سکتا اسلئے کہ یہ ذکر اور دعا میں اس شخص کے لئے بھی اسی طرح مستحب ہیں جو تنہا نماز پڑھے اور مسبوق کے لئے بھی اور ظاہر ہے کہ ان سب کی فراغت آگے پیچھے ہوگی۔

لطائف مطبوعہ میں اس عبارت کا جو ترجمہ کیا گیا ہے اسمیں اصل عبارت کے خلاف یہ الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دئے گئے ہیں (اور سب ملکر) حالانکہ اس معنے کا کوئی لفظ مراقی الفلاح میں نہیں ہے +

پھر لطائف میں لکھا ہے۔

"عبارت مندرجہ بالا سے صاف طور پر ثابت ہو کہ امام اور مقتدین سب کا ملکر اجتماعی طور پر دعا مانگنا بعد از سنت تالیہ و اذکار ماثورہ مستحب ہے"

نتیجہ بھی اسی غلطی پر مترتب ہے کہ مراقی الفلاح کی عبارت میں (سب ملکر اجتماعی طور پر) کے الفاظ اپنی طرف سے بڑھا دیے ہیں +

اور نتیجہ لیا گیا ہے کہ یہ تمام اذکار اور دعائیں ماثورہ ہیں جو سنتوں کے بعد پڑھی جائیں حالانکہ مراقی الفلاح میں اسکی بھی تصریح نہیں ہے۔ اور اس کے جملہ بعدہٗ ای بعد التطوع کا تعلق صرف استقبال ناس کے مسئلے سے ہے نہ قرأت اذکار و ادعیہ سے۔

لطائف مطبوعہ میں یہی ایک عبارت تھی جس سے لوگوں کو کچھ اشتباہ ہو سکتا تھا مگر آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ اس عبارت میں بھی مروجہ اجتماعی دعا کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اور جو الفاظ کہ اجتماع پر دلالت کرتے ہیں وہ اپنی طرف سے بڑھائے ہوئے ہیں۔

اور یہ سب کچھ اسی غیر افضل صورت میں ہے کہ فرضوں کے بعد سنتیں بھی مسجد میں پڑھی جائیں۔ ورنہ افضل یہی ہے کہ گھر میں یا حجرے میں جا کر پڑھے۔ اور اگر لوگ اس افضل پر کسی وجہ سے عمل نہ کر سکیں تو امام ہی عمل کر کے دکھا دے اور سنتوں کے لئے اپنے حجرے میں جاتے

تو اسے کیوں روکا اور مجبور کیا جائے کہ وہ ایک غیر افضل صورت کو زبردستی اختیار کرے۔

اسکے علاوہ لطائف مطبوعہ میں اور کوئی چیز لائق جواب نہیں ہے بعض عبارتیں جو سنتوں کی تاخیر کرنے کے بارے میں مروی ہیں وہ اسی اختلاف پر مبنی ہیں کہ آیا اللھم انت السلام کے علاوہ اور اذکار ماثورہ اور ادعیہ مرویہ سنتوں سے پہلے پڑھنا جائز ہے یا نہیں تو اس کے بارے میں طحطاوی و علامہ حلبی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات کی عبارتیں اس بارے میں صاف و صریح ہیں کہ جائز ہے۔ اور کراہت یا عدم اولویت کی روایت مرجوح ہے۔

اور اس صورت میں تمام احادیث جن میں دبر الصلوات المکتوبات کا لفظ ہے اور وہ احادیث جن میں اذا سلم یا اذا انصرف کا لفظ ہے ان سے یہی مراد لینا بہتر ہے کہ فرض کے بعد سنتوں سے پہلے پڑھنا مراد ہے۔ اور ان کی وہ تاویل جو علامہ ابن ہمام نے کی ہے بالکل غیر ضروری ہے اور یہی وجہ ہے علامہ طحطاوی اور علامہ حلبی اور دوسرے محققین حنفیہ نے اسے پسند نہ کیا۔ تعداد اذکار ماثورہ کی معتبر روایتوں کو اللھم انت السلام الخ والی روایت کے ساتھ غیر معارض اور غیر منافی قرار دیکر ان کے پڑھنے کی اجازت دی واللہ اعلم۔

محمد کفایت اللہ غفرلہ

شعبان ۱۳۳۵ھ

تصحیح فقیر محمد عبدالتواب چشتی غفرلہ مؤلف سیرۃ الحبیب، برکات رمضان، حیات بعد الممات وغیرہ۔ مدرسہ امینیہ دہلی۔

طلبۃ الطلبہ (فی اصطلاحات الفقہیہ) عربی		۲۷/-
طیبی شرح مشکوٰۃ (عربی) کامل ۱۲ جلد		۲۴۸۰/-
ظفر المحصلین باحوال المصنفین (اردو) کلاں مجلد		۱۴۴/-
" " "	خورد مجلد	۱۱۴/-

ع — غ

عالم برزخ۔ کلاں از عبد الرحمن عاجز۔	مجلد	۱۴/-
عالم برزخ؛ قاری طیبؒ۔	کارڈ	۷/۵۰
عالم غیبی؛ صادق سیالکوٹی۔	مجلد	۴۰/-
العبرات؛ المنفلوطی۔ (عربی) ۳۰/-۔ اردو ترجمہ		
عبد الغفور۔ کامل	مجلد زرد اعلیٰ زرد نیوز	۱۸۰/- ۱۴۰/-
عبد الغفور (درسی)		۴۰/-
العبودیہ؛ ابن تیمیہ (اردو)		۳۶/-
عرب و ہند عہد رسالتؐ میں۔	مجلد	۶۰/-
عربی بول چال؛ سجاد میرٹھی۔		۲۴/-
عربی گفتگو نامہ؛ چرتھاولی		۹/۷۵
عربی زبان کا آسان قاعدہ؛ چرتھاولی۔		۴/-
عربی صفوۃ المصادر؛ چرتھاولی۔		۱۲/-
عربی کا معلم؛ عبد الستار خان۔	اول	۸/-
" " " "	دوم	۸/-
" " " "	سوم	۱۸/-
" " " "	چہارم	۲۰/-
" " " "	" کامل سیٹ	۵۴/-
عربی کا معلم (کلید) اول و دوم۔ فی حصہ		۵/-
" " " "	سوم	۷/-
" " " "	چہارم	۸/-
" " " "	کامل سیٹ	۲۵/-
عرس و گیارہویں۔		۴/-

عزیز المبتدی (اردو ترجمہ میزان الصرف)		۸/-
عشرہ مبشرہ؛ قاضی حبیب الرحمن (کارڈ)		۱۴/-
عصمت انبیاء؛ افغانی		۶/-
عصیدۃ الشہدہ شرح قصیدہ بردہ (عربی) مجلد		۹/-
عظمت صحابہؓ؛ ابو جبال۔	مجلد	۲۰/-
عظمت صحابہؓ اور اہلبیتؓ؛ شاہ اسمٰعیلؒ		۲/-
عقائد الاسلام؛ عبد الحق حقانی۔	مجلد	۴۲/-
عقائد علمائے دیوبند؛ مولانا خلیل احمد۔ عقائد علمائے اہلسنت دیوبند (مترجم)		۲۰/-
عقیدۃ السلف؛ الصابونی (عربی)		۱/-
عقیدۃ الطحاوی (عربی)	عام	۱/۲۵
" " " محققہ البانی		۱۲/-
العقیدۃ الواسطیہ؛ (عربی)		۲/-
عقد الجید؛ شاہ ولی اللہؒ (مترجم)۔	مجلد	۴۵/-
عقد الفرائد علی شرح العقائد (عربی اردو)		۵۶/-
عقیدہ و عقیدت؛ مفتی مختار الدین	مجلد	۶۰/-
العقد النامی علی شرح جامی (عربی)۔	مجلد	۱۰۰/-
عقود الجواہر المنیفہ؛ (عربی)	مجلد	۱۱۲/-
علامات قیامت اور نزول مسیح۔	مجلد	۵۲/-
علاج نبوی اور جدید سائنس	مجلد	۱۰۰/-
علامات قیامت (اردو)		۱۰/-
العلم والعلماء (اردو)	مجلد	۶۰/-
علم النحو؛ چرتھاولی		۶/۴۷
علم الصرف؛ چرتھاولی۔ اولین		۶/۴۷
" " ؛ " ۔ اخیرین		۴/-
علم الصیغہ (اردو) دار العلوم		۳۰/-
علم الصیغہ (عربی، فارسی) آفسٹ (رنگین ٹائٹل)		۱۶/-
" " (اردو شرح) توضیحات		۱۸/-
علم غیب؛ قاری طیبؒ		۲۴/-

عربی زبان کے دس سبق ۸/-

کتب خانہ اکرمیہ کی قابلِ قدر دینی وعلمی کتابیں

سنن ابن ماجہ (عربی) محشی مع [illegible]
[illegible]

سنن ابی داؤد (عربی) محشی

تفسیر بیضاوی مع الحواشی المفیدۃ (عربی)

التوضیح والتلویح مع حاشیہ [illegible] کامل ۲ جلد

نور الانوار مع قمر الاقمار و سوال جواب (عربی)

جامع ترمذی شریف (عربی) مع [illegible]

موطا امام مالک (عربی) محشی۔

موطا امام محمد (عربی) محشی

حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح (عربی)

شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) کامل ۲ جلد

دیوان الحماسہ (عربی)

الحسامی بالنامی (عربی)

الحسامی مع شرح النامی (عربی)

درایۃ النحو شرح ہدایۃ النحو (عربی)

مفتاح العربیہ کامل چار حصہ

ریاض الصالحین (عربی) [illegible] مع تخریج الاحادیث۔

سنن نسائی شریف (عربی) محشی مع [illegible]

شرح تہذیب (عربی)

شرح ابن عقیل (عربی)

شرح عقائد نسفی (عربی)

شرح مائۃ عامل (عربی) [illegible]

شرح وقایہ (عربی) اولین مع حاشیہ عمدۃ الرعایۃ [illegible]

قطبی (عربی)

گلستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو

بوستان (فارسی) بہ حاشیہ اردو

مالابد منہ (فارسی)

اللباب فی شرح الکتاب (عربی)

مختصر المعانی مع [illegible]

مختصر الوقایہ فی مسائل الہدایۃ

مراقی الفلاح شرح نور الایضاح

المختصر القدوری مع [illegible]

مسلم الثبوت مع حاشیہ مفاتیح البیوت (عربی)

مسند الامام اعظم مع شرح تنسیق النظام (عربی)

المفردات فی غریب القرآن (عربی)

کتب خانہ اکرمیہ